رجم کا قرآنی و شرعی حکم اور متجددین

(پہلی قسط)

تحریر: ریاض الحسن نوری، مشیر وفاقی شرعی عدالت

اب تک مغربی تہذیب سے مرعوب اور مستشرقین کے شاگردوں کی طرف سے یہی کہا جاتا رہا ہے کہ ہم کس اسلام کو نافذ کریں۔ مولوی صاحبان آپس میں متفق ہی نہیں ہوتے۔ لیکن یہ بات ثابت ہے کہ اسلامی نظام سے فرار کا یہ دراصل محض بہانہ ہوتا ہے۔ چال بازی سے طرح طرح کے شیطانی وسوسے پیدا کر کے یہ مغرب زدہ لوگ خود مسلمانوں میں افتراق اور انتشار پیدا کرتے ہیں۔ جب انگریز مسلمانوں کو عیسائی بنانے میں ناکام ہوئے تو انہوں نے یہ تکنیک استعمال کرنی شروع کی کہ اسلام کے متعلق ان کے دلوں میں طرح طرح کے شبہات پیدا کئے جائیں تاکہ اگر یہ لوگ عیسائی نہ بھی ہوں تو مسلمان بھی نہ رہیں اور ان کے دلوں میں اس کے بعد جذبہ جہاد سرد پڑ جائے اور یہ مغرب کے ذہنی غلام بن کر رہ جائیں۔

آج کل اسی طرح کی حرکت 'اجتہاد کے حروف تہجی سے بھی نابلد نام نہاد مجتہد بن کر مغرب زدہ مجتہدین کا ایک ٹولہ شادی شدہ زانی کے "رجم" کے قرآنی شرعی اور اجماعی مسئلہ میں شبہات پیدا کر کے کر رہا ہے۔ زیر نظر مقالہ میں انہی مجتہدین کے پیدا کردہ شبہات کا جواب دینے اور قرآن مجید سے ہی رجم کے حکم کو ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

ہم شروع میں واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ ہم کسی ایسی آیت سے استدلال نہیں کریں گے جس کو منسوخ التلاوت کہا جاتا ہو اور نہ عبادہ بن صامت کی روایت سے استدلال کریں گے جو ہر طرح سے خبر واحد ہے اور نہ واحد صحابی عبداللہ بن اوفی کے قول واحد سے رجم کے حق میں استدلال کریں گے جس کو ان سے صرف ایک ہی تابعی نے روایت کیا اور جس کا متن مضطرب ہے۔ اور پھر اس میں علم کی بجائے لاعلمی تسلیم کی گئی ہے۔ نیز ان کی زندگی میں جتنے رجم ہوئے، جو تاریخ سے ثابت ہیں، ان پر انہوں نے کبھی اعتراض نہیں کیا۔

آج کل جدید تعلیم یافتہ گروہ کا وہ ٹولہ جو مغرب کا ذہنی غلام ہے، یہ کہہ رہا ہے کہ اسلام میں شادی شدہ زانی کی سزا رجم (سنگساری) نہیں ہے۔ حالانکہ نااہلی کے باوجود مجتہد بننے کی بجائے

انسائیکلوپیڈیابریٹینکا ہی دیکھ لیتے تو ان کو معلوم ہو جاتا کہ اسلام میں رجم ایک مقررہ حد ہے' غیر مسلم محققین کو بھی معلوم ہے اور ان کو یہ بھی معلوم ہے کہ مسلمانوں میں اس پر کوئی اختلاف نہیں ہے۔ مذکورہ بالا انسائیکلوپیڈیا لکھتا ہے کہ چھ خاص جرائم کی سزا مقرر ہے((Hadd) fixed) مرتد کے لیے قتل کی سزا۔۔۔۔شادی شدہ زانی کی سزا سنگساری اور غیر شادی شدہ کی سزا سو کوڑے اور قذف کے لیے اسی (۸۰) کوڑے۔۔۔۔۔۔الخ

(انسائیکلوپیڈیابریٹینکا ج۹ ص۹۳۹ ایڈیشن ۱۹۷۵)

اللہ کا دین ہمیشہ سے ایک ہے :

شاہ ولی اللہ جن کو محترم پرویز صاحب اپنی کتاب "مقام حدیث" میں انکار حجیت حدیث میں اپنا ہم خیال قرار دیتے اور بڑی ہی قابل قدر ہستی گردانتے ہیں' نے جو کچھ "حجۃ اللہ البالغہ" میں لکھا ہے اس سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ دین اسلام دراصل ایک ہی رہا ہے۔ جب پیغمبروں کے اٹھ جانے کے بعد لوگ ان کی تعلیمات میں تحریف کر دیتے تو دوسرا نبی بھیجا جاتا (۱) وہ لکھتے ہیں :

"ان میں سے ایک یہ ہے کہ یہودی مذہب احبار اور راہبوں کے ہاتھ میں رہا پھر انہوں نے ان طریقوں کے ذریعے تحریفات کیں جن کا پیشتر ذکر ہو چکا ہے۔ پس جب نبی ﷺ آئے تو آپ ﷺ نے ہر چیز کو اصلی حالت کے موافق کر دیا" (۲) اس واسطے شریعت محمدیہ اس یہودیت سے مختلف ہو گئی جو یہود کے ہاتھ میں تھی۔ پس اس لئے یہود کہنے لگے کہ اس شریعت میں زیادتی کمی اور تبدیلی ہے حالانکہ حقیقت میں کوئی تبدیلی نہ تھی" (۳)

ہم کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے یہودیوں اور مسلمانوں کو عملاً رجم کر کے تمام جہاں اور ہمیشہ کے لیے یہ ثابت کر دیا کہ حقیقت میں کوئی تبدیلی نہیں۔ خاص رجم کے متعلق شاہ صاحب کا بیان ملاحظہ فرمائیں' وہ لکھتے ہیں :

"سابقہ شریعتوں میں قتل کی سزا قصاص اور زنا کی سزا رجم کرنا اور چوری میں ہاتھ کاٹنا تھا۔ پس یہ تینوں سزائیں آسمانی شریعتوں میں ہمیشہ سے چلی آتی تھیں۔ اور تمام انبیاء اور ان کی شریعتیں اس پر متفق تھیں اور یہ ایسی چیزیں ہیں جن کو نہایت مضبوطی سے پکڑنا ضروری ہے اور ان کو بھی ترک نہ کرنا چاہیے" (۴)

ایک دوسرے مقام پر یوں لکھتے ہیں :

"واضح ہو کہ نبی اکرم ﷺ کی بعثت ملت حنفیہ کی کجی کو درست کرنے کے لیے تھی'

اس کی تحریف کو دور کرنے کے لیے تھی اور اس کی روشنی کو پھیلانے کے لیے تھی۔ اور خدا تعالیٰ کے اس قول میں یہی مراد ہے۔ ''اپنے باپ ابراہیمؑ کا مذہب اختیار کرو''

اور جب کہ حالت ایسی ہے تو ضروری ہے کہ ملت ابراہیمؑ کے اصول قابل تسلیم اور اس کا طریقہ مقرر رہو۔ اس واسطے کہ نبی جب ایسی قوم میں مبعوث ہوتا ہے جن میں عمدہ طریقے باقی ہیں تو ان طریقوں میں تغیر و تبدل بے معنی ہے بلکہ ان کو قائم رکھنا ضروری ہے کیونکہ ان لوگوں کے نفوس ان کو اچھی طرح سے قبول کرتے ہیں اور ان سے ان پر خوب حجت ہو سکتی ہے۔

اور بنی اسماعیل اپنے باپ ابراہیمؑ کے طریقے پر برابر چلتے رہے اور وہ اسی شریعت پر ثابت قدم رہے یہاں تک کہ عمرو بن لحی پیدا ہوا۔ اس شخص نے اپنی بیہودہ رائے سے ملت اسماعیل میں بہت سی چیزیں داخل کر دیں۔ پس خود بھی گمراہ ہوا اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا۔ اسی نے بت پرستی اولاً شروع کی' سانڈ چھوڑے اور بحیرہ مقرر کئے۔ اس وقت سے دین بالکل خراب ہو گیا اور صحیح چیز غلط کے ساتھ مخلوط ہو گئی اور لوگوں پر جہالت 'شرک اور کفر چھا گیا' تب خدا تعالیٰ نے ہمرے سردار محمد ﷺ کو ان کی کج روی کی درستی کے لیے اور ان کی خرابیوں کی اصلاح کے لیے مبعوث فرمایا۔ پس آنحضرت ﷺ نے بنی اسماعیل کی شریعت میں غور کیا اور اس میں جو طریقہ حضرت اسماعیلؑ کے مسلک کے موافق یا منجملہ شعائر الٰہی کے پایا اس کو باقی رکھا (۵) اور جس میں تحریف ہو گئی تھی یا اس میں خرابی پیدا ہو گئی تھی یا اس میں شرک و کفر کی علامات تھیں اس کو مٹا دیا اور اس کا بطلان مستحکم کر دیا۔ اور جو امور عادات وغیرہ کی قسم سے تھے ان کی خوبیاں اور برائیاں اس طرح بیان کر دیں کہ ان میں سے رسمی لوثوں سے احتراز کیا جا سکے۔ (۶) اور بری رسموں سے آپ نے منع فرمادیا اور عمدہ رسموں کا حکم فرمایا۔ اور جو مسائل اصلی یا عملی زمانہ فطرت میں متروک ہو گئے تھے ان کو شاداب و ترو تازہ ویسا ہی کر دیا جیسا کہ وہ تھے۔ اس طرح پر خدا کا انعام مکمل اور اس کا دین مستقیم ہو گیا۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا موقف قرآن سے ثابت ہے :

جو کچھ شاہ صاحب نے اوپر بیان کیا ہے وہ قرآن کریم کی کثیر آیات سے ثابت ہے۔ ہم صرف چند آیات یہاں نقل کریں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

''ومن احسن دینا ممن اسلم وجهه لله وهو محسن واتبع ملة ابراهيم حنيفاً واتخذ الله ابراهيم خليلاً'' (۷)

(یعنی اس شخص سے بہتر کس کا دین ہو سکتا ہے۔ جس نے اللہ تعالیٰ کے آگے سر تسلیم خم کر دیا اور اپنا رویہ نیک رکھا اور یکسو ہو کر حضرت ابراہیمؑ کے طریقے کی پیروی کی۔ اس ابراہیم کے طریقے کی جسے اللہ نے اپنا دوست بنا لیا تھا)

مزید اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

"قولوا امنابالله ومآانزل الينا ومآانزل الى ابراهيم واسمعيل واسحق ويعقوب والاسباط ومآاوتي موسى وعيسى ومآاوتي النبيون من ربهم لانفرق بين احدمنهم ونحن له مسلمون" (۸)

(یعنی اے مسلمانو! کہو کہ ہم ایمان لائے اللہ پر اور جو کچھ بھی ہماری طرف نازل ہوا ہے اور جو حضرت ابراہیم، اسماعیل، اسحاق۔ یعقوب اور اولاد یعقوب کی طرف نازل ہوا تھا۔ اور جو موسیٰ عیسیٰ اور دوسرے تمام پیغمبروں کو ان کے رب کیطرف سے دیا گیا تھا۔ ہم ان کے درمیان کوئی تفریق نہیں کرتے اور ہم اللہ کے فرمانبردار ہیں۔)

کیا رجم کو بے رحمی قرار دینا سابق پیغمبروں کی وحی اور کتب کا انکار نہیں ؟ اور سابق انبیاء کو بے رحم قرار دینا نہیں ؟ دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے :

"امن الرسول بمآانزل اليه من ربه والمومنون ، كل امن بالله وملئكته وكتبه ورسله لا نفرق بين احدمن رسله" (۹)

(یعنی رسول اس پر ایمان لایا جو اس کی طرف نازل کیا گیا۔ اس کے رب کی طرف سے اور مومنوں نے بھی ایسا ہی کیا۔ یہ سب اللہ اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے اور کہا کہ ہم رسولوں میں کسی ایک رسول کی بھی باقی رسولوں سے تفریق نہیں کرتے)

کیا رجم کا انکار اور اس کو ظلم کہنا ایمان لانا ہے ؟ پھر سورۃ آل عمران میں ارشاد ہوتا ہے :

"قل آمنابالله ومآانزل علينا ومآانزل على ابراهيم واسماعيل واسحق ويعقوب والاسباط ومآاوتي موسى وعيسى والنبيون من ربهم لا نفرق بين احدمنهم ونحن له مسلمون۔ ومن يبتغ غيرالاسلام دينافلن يقبل منه وهوفى الآخرة من الخسرين (۱۰)

(نبی ﷺ کو حکم ہو رہا ہے کہ) کہو! ہم اللہ کو مانتے ہیں اور اس تعلیم کو مانتے ہیں جو ہم پر نازل کی گئی ہے۔ ان تعلیمات (۱۱) کو بھی مانتے ہیں جو حضرت ابراہیم۔ اسماعیل۔ اسحاق۔ یعقوب اور اولاد

یعقوب پر نازل ہوئی تھیں اوران ہدایات پر بھی ایمان رکھتے ہیں جو حضرت موسیٰ، عیسیٰ اور دوسرے پیغمبروں کوان کے رب کی طرف سے دی گئیں۔ ہم ان کے درمیان فرق نہیں کرتے۔ اور ہم اللہ کے تابع مسلم ہیں اور اسلام کے سوا جو کوئی دوسرا دین اختیار کرنا چاہے تو وہ ہر گز قبول نہ کیا جائے گا اور آخرت میں وہ ناکام و نامراد رہے گا)

اب سوال یہ ہے کہ ہمارے دین کا نام اسلام کس نے رکھا؟ قرآن کہتا ہے :

"ملۃ ابیکم ابراھیم ھوسمّٰکم المسلمین من قبل ----الخ"

(یعنی تم اپنے باپ ابراہیم کی ملت پر ہمیشہ قائم رہو۔ اسی نے تمہارا لقب مسلمان رکھا قرآن کے نزول سے پہلے) پھر ارشاد باری تعالیٰ ہے :

"ان الدین عنداللہ الاسلام" (۱۲) (یعنی اللہ کے نزدیک مقبول دین اسلام ہے)

پس قرآن سے ثابت ہو گیا کہ اللہ کے نزدیک دین شروع سے ایک ہی چلا آرہا ہے اور اس کا نام اسلام ہے۔ اور محمد ﷺ کو بھی قرآن نے انبیاء سابقین کی پیروی کا حکم دیا ہے۔

اب بعض لوگ یہ مغالطہ دینے کی کوشش کرتے ہیں کہ دین سے مطلب صرف عقائد ہیں جو حدود نہیں۔ لیکن اس مغالطہ کا پول بھی قرآن نے کھول دیا ہے۔

حدود دین ہیں قرآن کا اعلان : سورہ نور کی آیت میں کوڑوں کی سزا کے بعد ارشاد ہوتا ہے :

"ولا تاخذکم بھمار أفة فی دین اللہ ان کنتم تومنون باللہ والیوم الآخر"

(یعنی تم لوگوں کو ان دونوں زانیوں پر اللہ کے دین کے معاملہ میں ذرا برابر رحم نہ آنا چاہے۔ اگر تم اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہو)

مذکورہ بالا آیت سے ثابت ہو گیا کہ دین میں اور شامل ہو نہ ہو مگر اس میں حدود ضرور ہی شامل ہیں۔ پس قرآن سے شاہ ولی اللہ کی یہ بات ثابت ہو گئی کہ قصاص۔ چور کا ہاتھ کاٹنا اور شادی شدہ زانیوں کا رجم یہ تینوں سزائیں آسمانی شریعتوں میں ہمیشہ سے چلی آرہی ہیں اور ان کو کبھی ترک نہ کرنا چاہیے۔ پس ثبوت قرآن سے بھی مل گیا۔

رجم کے مردہ حکم کو زندہ کرنے کا قرآنی حکم : اسی وجہ سے جب یہودیوں نے رجم پر عمل کرنا چھوڑ دیا تو نبی اکرم ﷺ کے ذریعے اس حکم کو زندہ کرا دیا گیا اور سب سے پہلے ان ہی یہودیوں پر اس کو نافذ کیا گیا جنہوں نے اس پر عمل ترک کر دیا تھا۔ اس کے بعد نبی اکرم ﷺ

نے جو فرمایا کہ میں پہلا شخص ہوں جس نے تیرے مردہ حکم کو زندہ کیا(۱۳) تو تقریباً یہی مضمون قرآن میں ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے :

"قل اننی هدنی ربی الی صراط مستقیم دیناً قیما ملة ابراهیم ---وبذلک امرت انااول المسلمین(۱۴)

(اے محمد کہو! میرے رب نے بالیقین مجھے سیدھا راستہ دکھادیا ہے بالکل ٹھیک دین جس میں کوئی کجی نہیں۔ ابراہیم (علیہ السلام) کا طریقہ جسے یکسو ہو کر انہوں نے اختیار کیا تھا اور وہ مشرکوں میں سے نہ تھا۔ کہو میری نماز۔ میرے تمام مراسم عبودیت۔ قربانی(۱۵) میرا جینا مرنا(۱۶)۔ غرض سب کچھ اللہ کے لیے ہے جو رب العالمین ہے جس کا کوئی شریک نہیں۔ اسی کا مجھے حکم دیا گیا ہے اور سب سے پہلے میں احکام خداوندی پر عمل کرنے والا ہوں۔

پس جب نبی ﷺ نے رجم کے مردہ حکم کو زندہ کیا اور اس پر یہودیوں کی خواہش کے خلاف عمل کیا تو مذکورہ بالا آیت کے حکم پر عمل کرتے ہوئے کہا :

"انااول من احیی امرک اذاأماتوه"

(میں پہلا شخص ہوں جس نے تیرے حکم کو زندہ کیا جبکہ لوگوں نے اسے مردو(ترک) کردیا تھا)

شرائع سابقہ کی شرعی حیثیت : پس رجم کو زندہ کرنا قرآن کا منشا اس آیت سے بھی ثابت ہے۔ سابق پروفیسر قاہرہ یونیوسٹی اور قاضی مصر عبدالوہاب خلاف(۱۷) لکھتے ہیں کہ جس چیز کا قرآن نے ذکر کیا کہ وہ تم پر بھی فرض ہے جیسے پہلے لوگوں پر فرض تھی۔ مثلاً اللہ تعالی جل جلالہ کا قول :

"یایھاالذین آمنواکتب علیکم الصیام کماکتب علی الذین من قبلکم"

تو ان مسائل میں تو کسی کو سرے سے اختلاف نہیں۔ پھر لکھتے ہیں :

"اختلاف اس امر میں ہے کہ جس بات کا ذکر احکام سابقہ میں سے اللہ یا اس کے رسول ﷺ نے ہم سے کیا ہے لیکن ہماری شرع میں اس کے متعلق کوئی ایسی دلیل جس سے ثابت ہو کہ یہ ہم پر بھی فرض ہے۔ جیسے سابقہ امتوں پر فرض تھا یا ایسی دلیل ہو جس سے ثابت ہو کہ یہ حکم ہم سے اٹھالیا گیا ہے اور ہمارے لئے منسوخ ہے۔ جیسے اللہ تعالی جل جلالہ کا قول کہ :

"اس وجہ سے ہم نے بنی اسرائیل پر لکھ دیا کہ جو کسی نفس کو بغیر اس کے اس نے قتل کیا یا زمین میں فساد مچایا ہو قتل ناحق کردے گا تو گویا اس نے تمام دنیا کے انسانوں کو قتل کردیا ہے۔ اور جیسے اللہ تعالی کا قول کہ "ہم نے ان پر لکھ دیا کہ جان کے بدلے جان' آنکھ کے بدلے آنکھ' ناک کے

بدلے ناک کان کے بدلے کان' دانت کے بدلے دانت اور زخموں کا قصاص لیا جائے گا۔

شوافع ۔ جمہور حنفیہ اور بعض مالکیہ کہتے ہیں کہ ایسا مذکورہ بالا بیان ہمارے لئے بھی مشروع ہے اور ہم پر اس کا اتباع اور عمل فرض ہے۔ کیونکہ یہ بات ہم کو سنائی گئی ہے۔ اور ہماری شرع میں کوئی ایسا حکم وارد نہیں ہوا جو اس کو منسوخ کرتا ہو۔ کیونکہ یہ احکام الٰہی ہیں جن کو اللہ تعالی نے اپنے رسولوں کی زبانی مشروع کیا اور ہم سے ان کا ذکر کیا اور کوئی دلیل ان کے نسخ پر نہیں ہے۔ پس جو اس کے مکلّف ہیں ان پر اس کا اتباع واجب ہے۔ اس سے حنفیہ نے ذمی کے قتل کے بدلے میں مسلمان کو قتل کرنے پر دلیل حاصل کی ہے اور عورت کے بدلے مرد کو قتل کرنے کی دلیل لاتے ہیں کیونکہ اللہ تعالی نے فرمادیا کہ ہم نے بنی اسرائیل کے لیے لکھ دیا کہ جو شخص کسی شخص کو بلا معاوضہ دوسرے شخص کے یا بدون فساد کے جو زمین میں اس نے پھیلایا ہو قتل کر ڈالے تو گویا اس نے تمام انسانوں کو قتل کر ڈالا :

بعض علماء کہتے ہیں کہ یہ چیز ہمارے لئے مشروع نہیں سمجھی جائے گی کیونکہ ہماری شرع سابق شرائع کے لیے ناسخ ہے سوائے اس کے کہ ہماری شرع میں کوئی بات ہو جو اس کو ہمارے لئے مشروع کرتی ہو لیکن حق مذہب اول ہے کیونکہ ہماری شرع نے سابق شرائع میں سے صرف اس چیز کو منسوخ کیا ہے جو ہماری شرع کے مخالف ہو۔ اور کیونکہ جو بات قرآن نے ہمارے سامنے سابق شرائع میں سے دہرائی ہے بغیر یہ اعلان کئے کہ وہ ہمارے لئے منسوخ ہے پس ایسی بات ہماری لئے ضمناً مشروع ہو گئی۔ کیونکہ وہ ایک حکم الٰہی جس کو رسول ﷺ نے ہم تک پہنچایا ہے۔ اور کوئی دلیل ایسی نہیں جس سے ثابت ہو کہ یہ حکم ہم سے اٹھالیا گیا ہے اور کیونکہ قرآن جو ہے وہ خود ببانگ دہل اعلان کرتا ہے کہ وہ ان باتوں کی تصدیق کرنے آیا ہے جو کچھ تمہارے سامنے تورات اور انجیل میں موجود ہیں۔ پس ان دونوں کتب میں سے جس حکم کو منسوخ نہیں کیا گیا اس کا حکم اب بھی باقی ہے۔ (١٨)

اب دیکھئے کہ چودہ سو سال سے نبی ﷺ کی عدالت قضا اور خلفائے راشدین کی عدالتوں سے لے کر خود ہندوستان تک میں ١٨٠٧ء کے بعد تک رجم کی سزا پر عمل ہوتا رہا ہے۔ مسلمان سپین' ترکی اور مشرقی یورپ کے جن جن ممالک میں حاکم رہے سب عدالتوں میں رجم کے فیصلے ہوتے رہے۔ اللہ میاں کو تو مستقبل کا بھی سب علم ہوتا ہے۔ اگر واقعی اللہ تعالی نے رجم کو امت محمدیہ کے لیے منسوخ کرنا تھا تو ضروری ہے کہ وہ قرآن میں صاف صاف اعلان کر دیتا کہ اس رجم

کے حکم کو ہم نے اگرچہ سابقہ انبیاء کی امتوں کے لیے مشروع کیا تھا مگر امت محمدیہ کے لیے منسوخ کردیا ہے۔ یا اس بات کو واضح طور پر رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے ہی کہلوادیا ہوتا یا کسی شادی شدہ زانی کو آپ کے حکم سے سو کوڑے ہی لگوادئے ہوتے تاکہ امت محمدیہ کی تمام عدالتیں جن میں سنی شیعہ' زیدی' معتزلہ وغیرہ سب ہی شامل ہیں محض زانیوں کو چودہ سو سال تک رجم کی سزا دے کر خون ناحق کی ملزم نہ بنتیں۔ تمام دنیا کے مسلمانوں کے تمام فرقوں کی عدالتوں کے ریکارڈ سے ایک بھی ایسا واقعہ نہیں دکھایا جاسکتا کہ کسی بھی مسلمان فرقہ کے قاضی نے چاہے وہ خارجی ہی کیوں نہ ہو مکمل ثبوت کے بعد زانی محصن کو اس لئے رجم نہ کیا ہو کہ یہ حکم سابقہ اب منسوخ ہو چکا ہے۔

قرآن مجید اور پھر حدیث میں رسول اللہ ﷺ کی زبان سے مستقبل کے خطرات سے ہمیں جابجا آگاہ کیا ہے مثلاً احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ ایک زمانہ آئے گا اور قرآن سونے کے تاروں سے لکھا جائے گا مگر اس پر عمل بڑی حد تک متروک ہو جائے گا۔ یہ بھی ملتا ہے کہ گانا بجانا عام ہو جائے گا۔ زمین کے خزانے ظاہر ہو جائیں گے۔ دیہاتی بھی بڑی بڑی بلڈنگیں بنائیں گے۔ وغیرہ وغیرہ۔ لیکن کہیں یہ بات نہیں ملتی کہ خود رسول اللہ ﷺ کے اصحاب اور تابعین جن کا ذکر قرآن میں مدح سرائی سے موجود ہے رجم کے منسوخ حکم پر عمل کر کے وخون ناحق کے مجرم بن جائیں گے۔ (نعوذ باللہ من ذلک)

<u>شرائع سابقہ میں مالکیہ کا موقف</u> : الباجی رجم کے باب میں لکھتے ہیں کہ :

"الوجه الثانی علی قول مالک ان شریعة من قبلنا یلزمنا انفاذ ما ثبت عندنا منها بقران أو حدیث عن نبینا ﷺ صحیح حتی یثبت عندنا نسخها"(١٩)

(یعنی دوسری صورت امام مالکؒ کے قول کے مطابق یہ ہے کہ سابق شریعت کی ان باتوں کا ہم پر نفاذ لازم ہے جو کہ ہمارے نزدیک بھی قرآن یا رسول اللہ ﷺ کی حدیث سے ثابت ہو اس کا ہم پر نفاذ ہو گا جب تک ہمارے نزدیک اس کا نسخ ثابت نہ ہو جائے۔

الزرقانیؒ (٢٠) نے موطا کی شرح میں اس سلسلے میں خوب لکھا ہے۔ قصاص کی آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں :

مفہوم : (امام مالکؒ کہتے ہیں کہ قصاص جیسے مردوں کے درمیان ہوتا ہے اسی طرح عورتوں کے درمیان بھی ہوتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالی نے اپنی کتاب میں لکھ دیا (یعنی قرآن میں) کہ ہم نے ان پر

اس میں یعنی تورات میں لکھ دیا کہ نفس کے بدلہ میں نفس قتل کیا جائے گا جبکہ اسے بغیر حق کے قتل کر دیا گیا ہو۔ اور آنکھ کے بدلہ میں آنکھ ضائع کی جائے گی۔ دانت کے بدلہ میں دانت اکھیڑا جائے گا۔۔ اور یہ حکم اگرچہ بنی اسرائیل کے لیے تورات میں لکھا گیا لیکن اس کا حکم اسلام میں بھی جاری ہے جیسا کہ فقہاء اور اصولیین کے جماعت کثیر کہتی ہے کہ سابق شریعتوں کا حکم ہمارے لئے بھی مشروع ہے۔ جبکہ اس کا تذکرہ ہمارے ہاں ہو چکا ہو اور وہ منسوخ نہ ہوا ہو۔ (۲۱)

اب دیکھئے قرآن نے تورات کے حکم کی "فیھا" کہہ کر تصدیق کی اور حکم بیان کر دیا۔ رجم کے حکم کی "فیھا حکم اللہ" کہہ کر تصدیق کر دی اور توریت کا حکم حضور ﷺ کو بتادیا۔

تمام آئمہ نے مذکورہ بالا آیت سے یہ حجت پکڑی ہے کہ مرد اگر عورت کو قتل کرے گا تو وہ بھی قصاص میں قتل کیا جائے گا۔ جیسا کہ آیت میں صاف مذکور ہے کہ نفس کے بدلے نفس۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بات کو بغیر کسی قید یعنی ذکور کی قید کے بغیر ذکر کیا ہے۔ پس آزاد عورت کا نفس آزاد مرد کے نفس کے برابر ہے۔ اور عورت کا زخم مرد کے زخم کے برابر ہے۔ یہ مذکورہ بالا آیت کی عموم کی وجہ سے ایسا ہے۔ (۲۲)

ہم کہتے ہیں کہ دیکھئے مذکورہ بالا آیت میں صاف اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا کہ یہ حکم ہم نے بنی اسرائیل کے لیے تورات میں لکھ دیا (کتبنا علیھم) قرآن نے ہم کو شامل نہیں کیا لیکن جب اس کا ذکر آگیا کہ یہ حکم تورات میں ہے اور اس میں تحریف نہیں ہوئی بلکہ قرآن نے اس کے غیر محرف ہونے کی تصدیق کر دی (۲۳) تو خود بخود یہ حکم ہمارے لئے بھی مشروع ہے بلکہ محض بنی اسرائیل کا ذکر کیا۔ ہمارا ذکر غیر محرف موجود ہے تو خود بخود ہمارے لئےبھی مشروع ہو گیا۔

اسی طرح ہم کہتے ہیں کہ جب رجم کے متعلق قرآن نے بتادیا کہ "فیھا حکم اللہ" یعنی تورات میں رجم کے سلسلے میں جو حکم ہے وہ اللہ کا حکم ہے تو وہ بھی مثل مذکورہ بالا قصاص کے حکم کے ہمارے بھی مشروع ہو گیا اور اس پر نبی ﷺ اور تمام صحابہؓ نے عمل کیا اور چودہ سو سال سے مسلمان اس پر عمل کرتے آرہے ہیں۔ مغلوں کے بعد ۱۸۰۷ء تک انگریزوں نے بھی ہندوستان میں اس پر عمل کیا۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں صحابہ کرامؓ کے متعلق فرماتا ہے:

"محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینھم۔۔۔ الخ"

(یعنی محمد ﷺ اللہ تعالیٰ جل جلالہ کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ کافروں پر سخت

اور آپس میں نرم ہیں۔ تو ان کو رکوع اور سجدے میں دیکھتا ہے۔وہ اللہ کے فضل اور اس کی خوشنودی کو تلاش کرتے ہیں۔ سجدہ کے اثر کی نشانی ان کے چہرہ پر ہے۔ تورات اور انجیل میں ان کی صفت یہ ہے کہ کھیتی نے اپنی سوئی اور پٹھا نکالا پھر اس کی کمر کو مضبوط کیا پھر موٹا ہوا پھر اپنی نال پر کھڑا ہو گیا۔ کھیتی کرنے والوں کو خوش اور بھلا معلوم ہوتا ہے۔اللہ تعالیٰ ان سچے مسلمانوں کی وجہ سے کافروں کا دل جلاتا ہے۔)

دوسرے موقعہ پر ان صحابہ کا ذکر یوں فرماتا ہے :

"والسابقون الاولون من المهاجرين والانصاروالذين انتبعوهم باحسان رضی اللہ عنهم ورضوعنه واعدلم جنت تجرى تحتهاالانهارخلدين فيها ابدا۔ذلك الفوزالعظيم")

(جو مہاجرین اور انصار (ایمان لانے میں) سابق اور مقدم ہیں اور جتنے لوگوں نے اخلاص کے ساتھ ان کی متابعت کی۔ اللہ ان سب سے راضی ہوا اور وہ سب اس (اللہ تعالیٰ) سے راضی ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے ایسے باغ مہیا کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی جن میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے (اور) یہ بڑی کامیابی ہے۔)

اللہ تعالیٰ تو صحابہ کرامؓ کی یہ تعریف فرما رہا ہے مگر یہ متجددین جو بڑے فہم قرآن کا دعویٰ رکھتے ہیں ہمیں یہ باور کرانا چاہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ وغیرھم نے کوفہ میں بیٹھ کر لوگوں کو رجم کا مسئلہ پڑھایا اور اس کو اپنی سند سے امام ابو حنیفہؒ نے روایت کیا اور پھر تمام حنفی قاضی محصن زانیوں کو رجم کر کے قتل ناحق کے آج تک مرتکب ہوتے چلے آتے ہیں۔اسی طرح عبداللہ بن عمرؓ وغیرھم نے مدینہ میں لوگوں کو رجم کا مسئہ بتایا اور مسلمان قاضیوں کو خون ناحق میں مبتلا کیا۔مکہ میں عبداللہ بن عباسؓ نے یہی کچھ کیا۔ پھر امام زید نے حضرت علیؓ کے بتائے مسئلہ رجم کو امت میں پھیلایا۔ پھر امام جعفر صادقؒ نے بھی یہی کیا اور اس طرح تمام امت مسلمہ کے قاضی خون ناحق کے مرتکب ہوتے چلے آرہے ہیں۔ حکومتوں میں زیادہ تر حنفی مذہب جاری رہا۔اور حنفیہ کو مسئلہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے سکھایا جنہوں نے خود قرآن کی تعلیم نبی ﷺ سے حاصل کی تھی۔ جن کے متعلق اقبال کہتا ہے :

ابن مسعود آں چراغ افروز عشق جسم و جانِ او سراپا سوز عشق

لیکن یہ متجددین ہمیں یہ باور کرانا چاہتے ہیں کہ قرآن کو نہ ابن مسعودؓ سمجھے نہ امام ابو حنیفہؒ

بلکہ تمام صحابہؓ اور تمام آئمہؒ نے مل کر قاضیوں کو خون ناحق کرنے پر لگادیا۔ یہ ہے ان نام نہاد مسلمان متجددین کا علم اور یہ ہے ان کی عقل۔ کیونکہ اصل ذمہ داری تو شروع کے لوگوں کی ہوتی ہے جو مثال قائم کر کے دوسروں کو اس کی پیروی کا خاص طور سے حکم کرتے ہیں۔ تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ خلفائے راشدین اور تمام صحابہؓ و تابعین کرامؒ پچھلے چودہ سو سال میں جتنے رجم ہوئے ان سب کے خون ناحق کے ذمہ دار ہیں۔ (نعوذباللہ)

اسی طرح سے یہ متجددین پوری امت محمدیہ کو صحابہ کرامؓ کے دور سے لے کر اب تک قرآنی حکم کا کافر۔ قرآن سے جاہل اور ہزاروں خون ناحق کا مجرم قرار دے رہے ہیں۔ یہ خود کفر اور ظلم کا تمام امت پر الزام لگاتے ہیں اور پھر مولویوں کو یہ کہہ کر بدنام کرتے ہیں کہ ان کو تو کفر کا فتویٰ لگانے کے علاوہ کچھ آتا ہی نہیں۔ مولوی تو کسی ایک دو کو کافر کہتے ہیں اور یہ متجددین خلفائے راشدین سے لے کر تمام امت کو قرآن کا کافر اور قرآن سے جاہل قرار دے رہے ہیں۔

تمام انبیاء سے عہد: اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتے ہیں :

"واذاخذاللہ میثاق النبین لمااتیتکم من کتاب وحکمۃ ثم جاء کم رسول مصدق لمامعکم لتؤمنن بہ ولتنصرنہ قال ء اقررتم واخذتم علی ذالکم اصری ۔قالوا اقررنا۔قال فاشھدواوانامعکم من الشاھدین" (۳۔۸۱)

(اور اس وقت کو یاد کرو جب اللہ تعالیٰ نے عہد لیا انبیاء سے کہ جو کچھ میں تم کو کتاب اور علم دوں پھر تمہارے پاس کوئی پیغمبر آئے جو مصدق ہو اس کا جو تمہارے پاس ہے (مثلاً رجم کے حکم کا) تو تم ضرور اس رسول پر اعتقاد بھی لانا اور اس کی طرف داری بھی کرنا۔۔۔ الخ)

مذکورہ بالا آیت سے صاف ظاہر ہے کہ تمام انبیاء کی شریعت بنیادی طور پر ایک ہی رہی ہے۔ اور سچے نبی کی پہچان قرآن کی مذکورہ بالا آیت سے بھی یہی ہے کہ وہ پچھلی شریعت اور پچھلی کتب اور جو کچھ اس میں ہے ان تمام باتوں کی تصدیق کرے۔ یہودیوں کے لئے قرآن کی سچائی کی عمدہ مثال یہ سامنے آئی کہ رجم کے حکم کو یہودیوں نے چھپایا جو توریت میں لکھا ہوا موجود تھا مگر قرآن نے اسی حکم کی تصدیق کا اعلان کر کے مذکورہ بالا آیت کی حقانیت ثابت (۲۴) کر دی تو کہہ دیا کہ توریت میں جو رجم کا حکم درج ہے وہ اللہ کا حکم ہے۔ (فیھا حکم اللہ)

اس طرح سے قرآن کا عظیم معجزہ یہودیوں کے سامنے روشن ہو کر آگیا۔ اس معاملے میں یہود کا جھوٹ اور قرآن کی سچائی کھل کر سامنے آگئی اور حضور ﷺ کی رسالت کے لیے

یہودیوں پر حجت قائم ہو گئی۔(۲۵)

اسی وجہ سے جانوروں کی حرمت سے متعلق اختلاف کا جو ذکر یہودیوں نے کیا اس کا قرآن نے جواب دے دیا۔ اسلم جیراج پوری تاریخ الامت ج اص ۱۸٦ پر لکھتے ہیں کہ سورہ مائدہ کی آیت "الیوم اکملت لکم دینکم" کے بعد احکام قرآنی کے نزول کا سلسلہ ختم ہو گیا۔

مقدمات کے سلسلہ میں قرآن کا حضور ﷺ کو حکم : یہ بات بھی ثابت ہے کہ یہودی رجم کی جگہ کوڑوں کی سزا چاہتے تھے اور یہ بات سب کے نزدیک متفق علیہ ہے کہ سورہ النساء پہلے نازل ہوئی اور مائدہ جس میں یہود کے رجم کا ذکر ہے۔ یہ سورہ تو قرآن کی نازل ہونے والی بالکل آخری سورتوں میں سے ہے۔ اسی میں وہ آیت بھی ہے جو کہ حجۃ الوداع کے موقع پر نازل ہوئی یعنی الیوم اکملت لکم دینکم۔۔۔ الخ۔ اس کے الفاظ خود اس پر شاہد ہیں۔ اس آیت کی اس سورہ میں موجودگی ہی سے یہ ثابت ہو رہا ہے کہ یہود کے رجم کا واقعہ حضور ﷺ کے آخری دور کا واقعہ ہے اور یہی اصول تدریج سے بھی ثابت ہوتا ہے جیسا کہ ہم نے آگے جا کر مفصل بحث کی ہے۔

مقدمات سے متعلق سورہ مائدہ سے پہلے سورہ النساء میں حضور ﷺ کو حکم ہوا کہ :

"اذا حکمتم بین الناس ان تحکموا بالعدل"(۲٦)

پھر خاص حکم اہل کتاب کے متعلق حکم ہو۔ :

"انا انزلنا الیک الکتاب بالحق لتحکم بین الناس بما اراک اللہ"(۲۷)

(یعنی بے شک ہم نے آپ کی طرف حق کے ساتھ کتاب بھیجی تاکہ آپ لوگوں کے درمیان اس کتاب کی روشنی میں فیصلہ کریں۔ یہاں الناس' کا لفظ ہے جس میں غیر مسلم بھی شامل ہیں۔)

پھر رجم سے پہلے فرمایا :

"ان حکمت فاحکم بینھم بالقسط"(۲۸)

(یعنی اگر آپ اصل کتاب کا فیصلہ کریں تو عدل کے مطابق یعنی جو قرآنی حکم ہے اس کے مطابق کریں۔ انصاف بدلا نہیں کرتا پھر خاص رجم کے متعلق اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ یہ یہودی کیسے تم سے دوسرے فیصلے کی امید کرتے ہیں اور کیسے اس امید پر تم کو حکم بناتے ہیں جبکہ صاف رجم تورات میں اللہ کا حکم ہے :

"وکیف یحکمونک وعندھم التورۃ فیھا حکم اللہ"(۲۹)

پھر فرمایا :

"ومن لم یحکم بماانزل اللہ فاولئک ھم الکافرون" (۲۸)
(یعنی جو لوگ وحی منزلہ کے رجم کے حکم کے مطابق فیصلہ نہ کریں وہی کافر ہیں)

پھر اسی سورہ میں آگے جاکر فرمایا کہ یہودیوں کا فیصلہ قرآن کی وحی کے مطابق کیجئے (اس کے متعلق طبری کے حوالے آرہے ہیں کہ رجم سے انکار پر کافر کہا گیا)

"وان احکم بینھم بماانزل اللہ ولا تتبع اھواء ھم واحذرھم ان یفتنوک عن بعض ماانزل اللہ الیک" (۳۱)

(یعنی ہم مکرر حکم دیتے ہیں کہ آپ اہل کتاب کے باہمی معاملات میں اس وحی کے مطابق فیصلہ کیجئے جو آپ پر نازل کی ہے اور ان سے اس بات سے احتیاط رکھئے کہ وہ آپ کو اس وحی سے بہکا نہ دیں جو آپ پر نازل ہوئی اور آپ سے کوڑوں کی تصدیق نہ کرالیں۔)

مذکورہ بالا آیات سے واضح طور پر ثابت ہے کہ یہود کے رجم کا جو فیصلہ آپ نے فرمایا تھا وہ اس وحی منزلہ کے مطابق فرمایا تھا جو حضرت جبرئیلؑ آپ کے پاس لائے تھے یعنی تورات کی آیت کا عربی ترجمہ اور قرآن کا اس کے متعلق اعلان کہ یہ اللہ کا حکم اب بھی ہے اور غیر محرف ہے :فیھاحکم اللہ" اور ماانزل اللہ الیک۔ پس ثابت ہوا کہ یہودیوں کے رجم کا فیصلہ حضور ﷺ کے آخری دور کا فیصلہ ہے۔ جب سورہ مائدہ نازل ہوئی اور توریت کے حکم پر مہر تصدیق ثبت کی۔

اس آیت "فان جاؤک فاحکم بینھم ۔۔۔ الخ" کی تفسیر میں طبری نے روایات نمبر ۱۱۹۰۷ سے ۱۱۹۷۳ تک نقل کی ہیں جو نمبروار مجاھد۔ ابن شہاب، ابن عباسؓ سے مروی ہیں۔ ان سب میں کہا گیا ہے کہ یہ رجم کے متعلق ہے۔ (ابن شہاب کی روایت ہے: "کانت فی شأن الرجم" (۳۲)

یہ سب آیات وہ ہیں جو سورہ مائدہ میں خاص رجم کے مقدمہ کے سلسلہ میں نازل ہوئیں جیسا کہ مورخین، محدثین مفسرین سب نے تواتر سے روایت کیا ہے۔ یہ تو باتیں حضور ﷺ کو مخاطب کر کے کہی گئیں۔ پھر خاص یہود کے متعلق فرمایا گیا:

"وکیف یحکمونک وعندھم التوراۃ فیھاحکم اللہ"

اس کی تفسیر میں طبری لکھتے ہیں:

"ان حکمی فیھاعلی الزانی محصن الرجم" (یعنی یہ یہود کیسے آپ کو حکم بنا کر یہ

امید کرتے ہیں کہ آپ رجم کے علاوہ کوئی اور حکم دیں گے جبکہ توریت میں ان کے سامنے اللہ کا حکم موجود ہے)

ہم کہتے ہیں کہ اس آیت میں خطاب حضور ﷺ کی طرف ہے تاکہ ثابت ہو جائے کہ توریت کا حکم جس کی "فیھا حکم اللہ" کہہ کر تصدیق کی جارہی ہے امت محمدیہ کے لیے بھی ہے۔ اگر خطاب یہودیوں کی طرف پھیر دیا جاتا جیساکہ بعض جگہ قرآن میں بعض باتیں خاص یہودیوں کو مخاطب کرکے بھی کی گئیں ہیں تو شبہ ہو سکتا تھاکہ یہ حکم صرف ان کے لیے ہی ہو۔ مگر یہاں حضور ﷺ ہی کو خطاب کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ "فیھا حکم اللہ" پس یقینی طور پر ثابت ہو گیا کہ یہ حکم امت محمدیہ کے لیے بھی ہے۔(٣٣)

پھر مزید تاکید کے لیے یہ فرمایا:

"یحکم بھاالنبیون الذین اسلموا"(٣٤) یہ آیت بھی تمام مورخین، محدثین، مفسرین کے نزدیک رجم کے مقدمہ ہی کے سلسلے میں نازل ہوئی۔(٣٥)

طبری کا بیان ہے کہ یہ آیت رجم اور دیت دونوں کے متعلق ہے۔ اور خود حضور ﷺ ان نبیوں میں شامل ہیں۔ پھر مناسب موقع پر حضور ﷺ کو کہا گیا کہ اعلان کردو کہ میں اپنی طرف سے کوئی فیصلہ نہیں کرتا۔ میں تو صرف اس وحی کا اتباع کرتا ہوں جو مجھ پر نازل ہوتی ہے:

"ان اتبع الامایوحی الی۔۔۔الخ"(٣٦) (یعنی میں تو بس وحی کا اتباع کرتا ہوں)

غرضیکہ تیس سے کہیں زیادہ آیات قرآنی سے ثابت ہے کہ رجم کا فیصلہ حضور ﷺ نے وحی منزلہ کے مطابق کیا اور یہ بات خاص طور سے ثابت کرنے کے لیے کیا کہ قرآن پچھلی کتابوں کی تصدیق کرتا ہے اور میں سابق پیغمبروں کی اقتدا کرتا ہوں اور وہی دین وہی طریقہ عدل وہی چیزیں لے کر آیا ہوں جو سابق پیغمبر لائے تھے۔

افسوس کہ یہ متجددین قرآن اور حضور ﷺ کو جھٹلانا چاہتے ہیں۔ اس حجت کو جھٹلانا چاہتے ہیں جو نبی ﷺ نے رہتی دنیا تک کے لیے عملاً قائم کرکے دکھادی اور ثابت کردیا کہ یہود جھوٹے ہیں اور قرآن اور نبی ﷺ سچے ہیں۔ اب یہ متجدد یہودیوں کو سچا ثابت کرنے کی مذموم کوشش کررہے ہیں اور قرآن کو جھٹلانا چاہتے ہیں۔

یہود کے لیے جانوروں کی حرمت کا معاملہ: روح المعانی میں شاہ ولی اللہؒ اور مولانا مودودیؒ کے موقف کی تائید میں ضحاک کی روایت ملتی ہے، وہ لکھتے ہیں:

"وعن ضحاک انه لم یحرم اللّٰہ تعالی علیهم شیئاً ذلک فی التوراۃ ولا بعدها، وانما هو شئی حرموہ علی انفسهم اتباعاً لابیهم واضافۃ تحریمه الی اللّٰہ تعالی مجاز وهذا فی غایة البعد"(۳۷)

(حضرت ضحاک فرماتے ہیں کہ اللہ تعالی نے ان چیزوں میں سے کوئی چیز یہود پر نہ توریت میں حرام کی اور نہ بعد میں۔ یہ تو وہ چیزیں تھیں جن کو انہوں نے خود اپنے باپ (یعقوبؑ) کے اتباع میں اپنے اوپر حرام کر لیا تھا۔ اس تحریم کی اضافت اللہ تعالی کی طرف محض مجازی طور پر ہے۔ یعنی اللہ نے ان کو اپنے خود ساختہ قانون کی وجہ سے بطور سزا ان کو محروم کر دیا اور نہ اللہ تعالی نے ہر گز یہ اشیاء ان پر حرام نہ کی تھیں۔ (یہی بات ظاہر قرآن کے زیادہ مطابق ہے جیسا کہ آگے آرہا ہے۔)

طبری اس سلسلے میں لکھتے ہیں :

"ماکان شئی من ذلک علیهم حراماً ولا حرمه اللّٰہ علیهم فی التوراۃ وانما هو شئی وحرموہ علی انفسهم اتباعاً لابیهم، ثم أضافوا تحریمه الی اللّٰہ فکذبهم اللّٰہ عزوجل فی اضافتهم ذلک الیه، فقال اللّٰہ عزوجل لنبینا محمد ﷺ: قل لهم یا محمد: ان کنتم صادقین فاتوا بالتوراۃ فاتلوها حتی ننظر هل ذلک فیها ام لا؟ فتبین کذبهم لمن یجهل امرهم "(۳۸)

اس کے بعد طبری نے تائید میں ضحاک کا ایک قول اور ابن عباسؓ کے دو قول دئے ہیں۔ ان روایات کے نمبر ۷۴۰۰، ۷۴۰۱، ۷۴۰۲ ہیں۔ ابن عباسؓ کے آخری قول کے آخری فقرات یہ ہیں۔ (اس قول کو شاہ ولی اللہؒ نے بھی اپنے الفاظ میں مفصل بیان کیا ہے جو آگے آرہا ہے۔)

"۔۔۔ فحلف لئن شفاہ اللّٰہ لا یاکل عرقاً ابداً وذلک قبل ان تنزل التوراۃ فقال الیهود للنبی ﷺ: نزلت التوراۃ بتحریم الذی حرم اسرائیل علی نفسه، قال اللّٰہ لمحمد ﷺ: (قل فاتوا بالتوراۃ فاتلوها ان کنتم صادقین)، وکذبوا، لیس فی التوراۃ"(۳۹)

یعنی بطور شکرانہ کے حضرت یعقوبؑ نے قسم کھالی کہ وہ فلاں گوشت کبھی نہیں کھائیں گے۔ یہ توریت کے نزول سے پہلے کا واقعہ ہے۔ یہودیوں نے حضور ﷺ سے فرمایا کہ پھر ان چیزوں کو اللہ نے تورات میں حرام قرار دے دیا۔ اس پر اللہ تعالی نے نبی ﷺ کو فرمایا کہ ان سے کہو: اگر سچے ہو تو تورات لاؤ۔ پس اللہ تعالی نے ان کو جھٹلا دیا کہ ان چیزوں کی حرمت توریت میں

نازل نہیں ہوئی۔(گویا اللہ تعالی نے ان نعمتوں سے ان کو ان کی ہی زبان سے محروم کر دیا نہ کہ اپنے حکم سے)

اس موضوع پر توریت کے حوالوں سے مولانا مودودیؒ نے مفصل بحث کی ہے' وہ فرماتے ہیں :

"یہ مضمون قرآن مجید میں تین مقامات پر بیان ہوا ہے۔سورہ آل عمران میں فرمایا : "کھانے کی یہ ساری چیزیں (جو شریعت محمدی میں حلال ہیں) بنی اسرائیل کے لیے بھی حلال تھیں۔البتہ بعض چیزیں ایسی تھیں جنہیں توراۃ کے نازل کئے جانے سے پہلے اسرائیل نے خود اپنے اوپر حرام کر لیا تھا۔ان سے کہو کہ لاؤ توراۃ اور پیش کرو اس کی کوئی عبارت اگر تم (اپنے اعتراض میں) سچے ہو"(۴۰)

پھر سورۃ النساء میں فرمایا کہ بنی اسرائیل کے جرائم کی بناء پر "ہم نے بہت سی وہ پاک چیزیں ان پر حرام کر دیں جو پہلے ان کے لیے حلال تھیں(۴۱) اور یہاں ارشاد ہوا کہ ان کی سرکشیوں کی پاداش میں ہم نے ان پر تمام ناخن والے جانور حرام کیے اور بکری اور گائے کی چربی بھی ان کے لیے حرام ٹھہرادی۔ان تینوں آیتوں کو جمع کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ شریعت محمدی ﷺ اور یہودی فقہ کے درمیان حیوانی غذاؤں کی حلت وحرمت کے معاملہ میں جو فرق پایا جاتا ہے وہ دو وجوہ پر مبنی ہے :

ایک یہ کہ نزول توراۃ سے صدیوں پہلے حضرت یعقوبؑ (اسرائیل) علیہ السلام نے بعض چیزوں کا استعمال چھوڑ دیا تھا اور ان کے بعد ان کی اولاد بھی ان چیزوں کی تارک رہی' حتی کہ یہودی فقہاء نے ان کو باقاعدہ حرام سمجھ لیا اور ان کی حرمت توراۃ میں لکھ لی۔ان اشیاء میں اونٹ اور خرگوش اور سافان شامل ہیں۔آج بائیبل میں توراۃ کے جو اجزاء ہم کو ملتے ہیں ان میں ان تینوں چیزوں کی حرمت کا ذکر ہے(۴۲) لیکن قرآن مجید میں یہودیوں کو جو چیلنج دیا گیا تھا کہ لاؤ توراۃ اور دکھاؤ یہ چیزیں کہاں حرام لکھی ہیں' اس سے معلوم ہوا کہ توراۃ میں ان احکام کا اضافہ اس کے بعد کیا گیا ہے۔کیونکہ اگر اس وقت توراۃ میں یہ احکام موجود ہوتے تو بنی اسرائیل فوراً لا کر پیش کر دیتے۔

دوسرا فرق اس وجہ پر مبنی ہے کہ اللہ تعالی کی نازل کی ہوئی شریعت سے جب یہودیوں نے بغاوت کی اور آپ اپنے شارع بن بیٹھے تو انہوں نے بہت سی پاک چیزوں کو اپنی موشگافیوں سے

خود حرام کر لیا اور اللہ تعالی نے سزا کے طور پر انہیں اس غلط فہمی میں مبتلا رہنے دیا ان اشیاء میں ایک تو ناخن والے جانور شامل ہیں، یعنی شتر مرغ، قاز، بطخ وغیرہ۔ دوسرے گائے اور بکری کی چربی۔ بائیبل میں ان دونوں قسم کی حرمتوں کو احکام توراۃ میں داخل کر دیا گیا ہے (۴۳) لیکن سورۃ نساء سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ چیزیں توراۃ میں حرام نہ تھیں بلکہ حضرت عیسیٰ ؑ کے بعد حرام ہوئی ہیں، اور تاریخ بھی شہادت دیتی ہے کہ موجودہ یہودی شریعت کی تدوین دوسری صدی عیسوی کے آخر میں ربی یہوداہ کے ہاتھوں مکمل ہوئی ہے۔

رہا یہ سوال کہ پھر ان چیزوں کے متعلق یہاں سورہ نساء میں اللہ تعالی نے "حرمنا" (ہم نے حرام کیا) کا لفظ کیوں استعمال کیا تو اس کا جواب یہ ہے کہ خدائی تحریم کی صرف یہ ایک صورت نہیں ہے کہ وہ کسی پیغمبر اور کتاب کے ذریعہ سے کسی چیز کو حرام کرے۔ بلکہ اس کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ وہ اپنے باغی بندوں پر بناوٹی شارعوں اور جعلی قانون سازوں کو مسلط کر دے اور وہ ان پر طیبات کو حرام کر دیں۔ پہلی قسم کی تحریم خدا کی طرف سے رحمت کے طور پر ہوتی ہے اور یہ دوسری قسم کی تحریم اس کی پھٹکار اور سزا کی حیثیت سے ہوا کرتی ہے۔ (۴۴)

<u>تمام انبیاء کا دین، شریعت ایک</u> : اللہ تعالی قرآن میں فرماتے ہیں :

"شرع لکم من الدین ماوصی به نوحا والذی اوحیناالیک ووصینابه ابراهیم وموسی وعیسی ان اقیموالدین ولا تتفرقوا فیه" (۴۵)

(شرع بنائی اللہ تعالی نے تمہارے لئے اسی دین سے جس کا حکم دیا تھا حضرت نوح ؑ کو اور جس کو آپ (ﷺ) کے پاس وحی کے ذریعے بھیجا اور جس کا حکم دیا حضرت ابراہیم ؑ کو اور موسیٰ ؑ کو اور عیسیٰ ؑ کو یعنی دین کو قائم رکھو اور اختلاف پیدا نہ کرو۔)

مذکورہ بالا قرآن کی آیت صاف بتلا رہی ہے کہ مذکورہ بالا پیغمبروں کا دین اور اس کی شروع اصل میں ایک ہے۔ اس وجہ سے عیسائیوں، یہودیوں، مسلمانوں سب کو ایک طریقہ کا حکم دیا گیا۔ ہم ثابت کر چکے ہیں کہ پانچ نمازیں یہودیت اور عیسائیت اور مجوسیت میں بھی فرض ہیں۔ حدود کا دین ہونا ہم سورہ نور کی آیت سے ثابت کر چکے ہیں۔

نبی ﷺ نے جب بیان فرمایا کہ میں ملت ابراہیم پر ہوں تو یہود نے اعتراض کیا کہ آپ تو اونٹ کا گوشت کھاتے ہیں (۴۶) اس واسطے اللہ تعالی نے ان کے قول کو رد کیا کہ اصل میں سب کھانے حلال تھے واسطے بنی اسرائیل کے مگر جن کو یعقوب ؑ نے اپنے اوپر حرام کر لیا تھا۔

پہلے اس کے کہ تورات نازل ہو۔ کہیے کہ تورات لاؤ۔ پھر اس کو پڑھو۔ اگر تم سچے ہو۔ چنانچہ فرمایا گیا:

"کل الطعام کان حلا البنی اسرائیل الاماحرم اسرائیل علی نفسه من قبل ان تنزل التوراۃ۔ قل فاتوابالتوراۃ فاتلوھاان کنتم صدقین" (آل عمران: ۹۳)

اس کی تفسیر میں شاہ ولی اللہؒ لکھتے ہیں کہ حضرت یعقوبؑ ایک بار سخت بیمار ہوئے۔ پس انہوں نے اپنے دل میں یہ نذرمانی کہ اگر خدانے مجھے تندرست کر دیا تو میں اپنے اوپر سب چیزوں سے مرغوب کھانے اور پینے کی چیز اپنے اوپر حرام کرلوں گا۔ چنانچہ جب تندرست ہوئے تو اونٹ کا گوشت اور دودھ اپنے اوپر حرام کر لیا۔ اور ان کی پیروی کرتے ہوئے ان کی اولاد نے بھی اس معاملہ میں اپنے بزرگوں کی پیروی کی۔ ان امور کی حرمت پر زمانے گزرتے چلے گئے۔ یہاں تک کہ لوگوں کے دلوں میں یہ بات بیٹھ گئی کہ اگر کسی نے ان چیزوں کو کھا کر انبیاء کی مخالفت کی تو ان کی شان میں بے ادبی ہو گی۔ (۴۷)

محمد الامین بن محمد المختار نے ایک تفسیر حال ہی میں لکھی ہے جس کا نام "اضواء البیان فی ایضاح القرآن بالقرآن" ہے احکام کے سلسلے میں جدید دور کی یہ بہترین تفسیر ہے۔ ہم اس کی جلد ۲ کے صفحات ۵۲ اور آگے کے صفحات سے مدد لے رہے ہیں۔ لکھتے ہیں:

ہم دیکھتے ہیں کہ بہت جگہوں پر قرآن میں جہاں صاف تصریح بھی ہے کہ یہ بات ہم نے بنی اسرائیل کے لیے لکھ دی یا مقرر کر دی تو وہ باتیں ہمارے لئے بھی اسی طرح واجب ہیں جس طرح کہ بنی اسرائیل پر تھیں حالانکہ قرآن میں کوئی ایسا لفظ موجود نہیں جو ہمارے لئے اس کے وجوب پر دلالت کرتا ہو۔ الا یہ کہ قرآن میں اس کا تذکرہ موجود ہے۔ مثلاً اسی آیت کو لیجئے:

"من اجل ذلک کتبناعلی بنی اسرائیل انه من قتل نفساً بغیر نفس۔۔الخ"
یعنی ہم نے بنی اسرائیل کے لیے لکھ دیا اور مقرر کر دیا کہ جو شخص کسی کو بلا معاوضہ دوسرے شخص کے یا بدون کسی فساد کے جو زمین میں اس سے پھیلا ہو قتل کر ڈالے تو گویا اس نے تمام آدمیوں کو قتل کر ڈالا۔۔۔ الخ)

مذکورہ بالا آیت اگرچہ بقول قرآن صرف بنی اسرائیل کے لیے ان پر مقرر کی گئی تھی مگر یہ ہمارے لئے اتنی ہی مقرر اور مکتوب ہے جتنی ان کیلئے تھی۔

عورت کے قصاص میں مرد کا قتل :اسی طرح مندرجہ ذیل آیت کو غور سے دیکھئے :

"وکتبنا علیھم ان النفس بالنفس والعین بالعین ---الخ"

(یعنی ہم نے بنی اسرائیل کے لیے لکھ دیا کہ جان کے بدلے جان' آنکھ کے بدلے آنکھ۔ناک کے بدلے ناک۔الخ)

اب دیکھئے اس حکم میں یہ نہیں کہا کہ ہم نے انسانوں کے لیے لکھ دیا بلکہ صرف بنی اسرائیل کا خاص ذکر ہے۔لیکن یہ حکم جو تورات میں بنی اسرائیل کے لیے نازل ہوا تھا اور ہم کو تذکرہ کے طور پر بیان ہو رہا اور ہمارا نام لئے بغیر صرف ان کے خاص نام سے بیان ہو رہا ہے لیکن یہ حکم ہم پر بھی اسی طرح واجب ہے جیسے بنی اسرائیل پر تھا۔کیونکہ ثابت ہو گیا کہ یہ خدا کا حکم تھا تو پھر دین اور حدود جو دین کا ایک حصہ ہیں سب کے لیے ایک ہی ہیں۔

اب اس آیت کو لیجئے جو خاص ہم کو مخاطب کر کے اور ہمارے نام سے نازل ہوئی یعنی حضور ﷺ پر ایمان لانے والوں کے لیے :

"یایھاالذین امنواکتب علیکم القصاص فی القتلی الحر بالحروالعبدبالعبد والانثی بالانثی--الخ"

(یعنی اے ایمان والو تم پر (قانون) قصاص فرض کیا جاتا ہے۔مقتولین کے بارے میں کہ آزاد آدمی کے بدلے آزاد' غلام کے بدلے غلام اور عورت کے بدلے عورت۔۔۔الخ)

مذکورہ بالا آیت سے بظاہر یہی دکھائی دیتا ہے کہ عورت کے بدلے میں مرد کو قتل نہیں کیا جا سکتا (۴۸) اس وجہ سے جن لوگوں نے اپنے آپ کو صرف اسی آیت تک محدود رکھا ہے وہ یہی کہتے ہیں کہ اگر مرد کسی عورت کو قتل کر دے گا تو اسے قصاص میں قتل نہیں کیا جا سکتا بلکہ اسے صرف دیت ادا کرنی ہو گی۔

لیکن یہ بات کہ مرد کو عورت کے بدلے قتل کیا جائے گا کئی احادیث سے ثابت ہے۔ ایک تو صحیحین کی اس روایت سے جس میں کہا گیا ہے کہ حضور ﷺ نے ایک لڑکی کے بدلہ میں ایک یہودی کو قتل کروادیا۔دوسرے اس خط میں جو حضور ﷺ نے اہل یمن کی طرف ابن حزم کے ہاتھ بھیجا تھا۔اس میں یہ بھی لکھا تھا :

"ان الرجل یقتل بالمراۃ" (یعنی مرد کو عورت کے عوض قتل کیا جائے گا)

اپنی تفسیر میں محمد الامین بحث کے بعد لکھتے ہیں :

"من ادلة قتله بهاعموم الحديث(المسلمون تتكافؤ دماؤ هم)الحديث وسياتي البحث فيه ان شاالله ومن اوضح الادلةفي قتل الرجل بالمراةقول تعالى(وكتبناعليهم فيهاان النفس بالنفس الاية)وقوله ﷺلايحل دم امرى مسلم يشهدان لااله الاالله واني رسول اللهالا باحدى ثلاث الثيب الزاني والنفس بالنفس ---لخ"(۴۹)

(یعنی اس بات کے دلائل میں سے کہ مرد کو عورت کے عوض میں قتل کیا جائے گا اس حدیث کا عموم ہے کہ مسلمانوں کے خون آپس میں برابر ہیں۔۔الخ اور سب سے واضح دلیل یہ آیت قرآنی ہے جس میں کہا گیا ہے کہ ہم نے بنی اسرائیل پر یہ بات لکھ دی کہ جان کے بدلے جان الی آخرہ اور حضور ﷺ کی یہ حدیث کہ سوائے تین چیزوں کے کسی کلمہ گو کو قتل نہیں کیا جا سکتا۔اول یہ کہ زانی محصن یعنی جو شادی شدہ ہو یا شادی شدہ رہ چکا ہو۔دوسرے یہ کہ اس نے کسی کی جان لی ہو۔الخ)اس حدیث کو ہم نے متواتر ثابت کیا ہے۔اس سے صاف جان کے بدلے جان کا قصاص ثابت ہے اور اس حدیث کی وجہ سے عورت اور مرد کی جان برابر قرار دی جائے گی اور مرد کو عورت کے قصاص میں قتل کیا جائے گا۔)

مذکورہ بالا اقتباس سے واضح ہے کہ مفسر قرآن محمد الامین نے بھی یہی کہا ہے کہ سب سے واضح دلیل عورت کے قتل کی وہ حکم ہے جو توریت میں نازل ہوا اور جس کے متعلق قرآن میں ذکر ہے کہ یہ قانون بنی اسرائیل کے لیے مقرر کر دیا گیا تھا کہ جان کے بدلے جان۔۔الخ۔

اگرچہ قرآن نے صاف طور سے یہی کہا ہے کہ یہ قانون بنی اسرائیل کے لیے ہے۔ یہ قرآن میں کہیں نہیں ہے کہ یہ قانون امت محمدیہ کے لیے بھی ہے۔ مگر جب یہ ثابت ہو گیا کہ یہ حکم اللہ کی طرف سے توریت میں نازل ہوا تھا اور دین اور اس میں شامل حدود سب پیغمبروں کے لیے ایک ہی ہیں تو واضح ہے کہ یہ قانون امت محمدیہ کے لیے بھی ہے۔مزید جو حضور ﷺ نے ایک یہودی عورت کے قتل کے بدلے ایک یہودی مرد کو موت کی سزا دی تو اس کے متعلق یہ کہنا غلط ہو گا کہ یہ قانون کیونکہ بنی اسرائیل کے لیے لکھ دیا گیا تھا اس لئے یہ صرف ان پر لاگو تھا اور صرف اس وجہ سے حضور ﷺ نے یہودی مرد کو یہودی عورت کے بدلے موت کی سزا دی(۵۰) لیکن مسلمان عورت کے قتل کے بدلے مسلمان مرد کو سزا نہیں دی جا سکتی کیونکہ اس آیت میں صرف بنی اسرائیل کا ذکر ہے مسلمانوں کا ذکر نہیں ہے لیکن یہ حقیقت ہے کہ یہ قانون ہمارے

لئے واجب العمل اسی طرح ہے اور یہ اسی طرح ہم پر لاگو ہو گا۔ جیسا کہ حضور ﷺ نے یہودیوں پر اس کو لاگو کیا۔ (رجم کا معاملہ بھی اسی کے مثل ہے۔) اس کے لیے الگ سے امت محمدیہ کا نام لے کر الگ سے آیت نازل کرنے کی ضرورت نہ تھی۔ اب دیکھئے کہ مذکورہ بالا قانون یعنی عورت کے عوض مرد کا قتل قرآن نے یوں ثابت ہو رہا ہے کیونکہ وہ بنی اسرائیل کے لیے مقرر کیا گیا تھا۔ اور قرآن نے "شرع لکم من الدین ۔۔۔ الخ" نازل کر کے اس قانون کا دین کا حصہ ہونا ذکر کر دیا۔ پھر سورہ نور کی دوسری آیت سے بھی ثابت ہے کہ حدود دین کا حصہ ہیں جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔

مزید اس وجہ سے بھی کہ یہودیہ کے قتل کے مقدمہ میں یہ سنت حضور ﷺ سے ثابت ہے (چاہے یہ خبر واحد ہی کیوں نہ ہو) اور خبر متواتر سے بھی ثابت ہے یعنی "لا یحل دم امری المسلم ۔۔ الخ" سے۔

دریں حالات اگر کوئی قاضی کسی مرد کو عورت کے عوض قتل کی سزا دے اور پھر کہے کہ میں نے یہودیہ کے قتل کے مقدمہ میں حضور ﷺ کی سنت کی پیروی کی ہے تو اس کا یہ مطلب ہرگز نہ ہو گا کہ اس قاضی کے نزدیک عورت کے عوض مرد کا قتل محض سنت ہے، قرآن سے ثابت نہیں۔ اسی طرح اگر رجم کی سزا دے کر حضرت علیؓ نے یہ کہہ دیا ہو کہ میں نے یہ سزا سنت کے مطابق دی تو اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں لیا جا سکتا کہ ان کے نزدیک رجم قرآن سے ثابت نہیں جبکہ خود ان کے بھائی اور شاگرد حضرت ابن عباسؓ یہ دعوی کر رہے ہیں کہ رجم کا انکار قرآن کا انکار ہے اور اس کے لیے قرآنی آیات سے استشہاد بھی کر رہے ہوں یعنی وہ آیات جو اس وقت بھی ہمارے قرآن میں موجود ہیں۔ اور یہی کچھ حضرت عمرؓ و ابن عمرؓ نے کیا ہو۔

یاد رہے کہ جب حضرت علیؓ نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو خوارج سے بحث کے لیے بھیجا تھا تو ان کو یہی نصیحت کی تھی کہ ان سے قرآن کی بجائے حدیث کے ذریعے بحث کرنا کیونکہ قرآن میں تاویل وغیرہ کی گنجائش نکل آتی ہے جو احادیث میں نہیں نکلتی۔ یہی نصیحت حضرت زبیر بن عوام نے بھی اپنے بیٹے کو کی تھی کیونکہ حضور ﷺ کے مفصل بیانات اور عملی مثالوں سے مسئلہ کو زیادہ آسانی سے ثابت کیا جا سکتا اور مخالفین کا منہ بہت آسانی سے بند کیا جا سکتا ہے۔

مزید صفحات ۵۶، ۵۷ پر محمد الامین لکھتے ہیں :

"ان التحقیق الذی علیه الجمهور ودلت علیه نصوص الشرع ان کل

ماذکرلنافی کتابناوسنة نبیناﷺمماکان شرعالمن قبلناانه کان شرعالنامن حیث انه واردفی کتابنااوسنة نبیناﷺوقال اللّٰہ تعالی (لقدکان فی قصصهم عبرةلاولی الالباب)فصرح انه یقص فی القرآن للعبرةوهو دلیل واضح لماذکراللّٰہ تعالی سن ذکرالانبیاء فی سورة الانعام 'قال لنبیناﷺ(اولئیک الذین هدی اللّٰہ فبهداهم اقتده)وامرلهﷺامرلنا"(۵۱)

(یعنی جمہوراسی تحقیق کو تسلیم کرتے ہیں اور نصوص شرعیہ بھی اسی پر دلالت کرتی ہیں کہ گزشتہ انبیاء کی شریعتوں میں سے جو کچھ بھی ہماری کتاب یا ہمارے نبیﷺ کی سنت میں مذکور ہوا ہے وہ ہمارے لئے بھی قابل عمل ہے کیونکہ وہ ہماری کتاب یا ہمارے نبیﷺ کی سنت میں مذکور ہے)

اللہ تعالی قرآن کریم میں فرماتے ہیں کہ اے عقل والو گزشتہ لوگوں کے قصوں میں تمہارے لئے عبرت ہے یعنی تصریح کردی کہ قرآن میں جن باتوں کا واضح یا بطور اشارہ ذکر ہے' ہماری ہی عبرت کے لئے ہے۔

مزید ایک واضح دلیل یہ بھی ہے کہ اللہ تعالی نے سورۃ الانعام میں انبیاء کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ یہی لوگ ہدایت پر تھے اور (اے محمد) تم بھی ان کی پیروی کرو۔ پس پیروی کا جو حکم حضورﷺ کے لئے ہے ہمارے لئے بھی ہے۔

جو لوگ عورت کے بدلے مرد کے قصاص میں قتل کو جائز نہیں سمجھتے ان کی دلیل بقول محمد الامین یہ ہے:

"لم یخصص عموم قتل النس بالنفس فی الایة والحدیث المذکور ین بقوله تعالی:(الحر بالحر والعبدبالعبدوالانثی بالانثی)لان هذه الامة مخاطبةبها صریحاًفی قوله تعالی(یایهاالذین امنواکتب علکیم القصاص فی القتلی الحر بالحر)الآیة"(۵۲)

(یعنی وہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ دوسری آیت پہلی کی نسبت زیادہ خاص ہے کیونکہ اس میں تفصیل ہے اس چیز کی جو پہلی آیت میں اجمال سے بیان کی گئی ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ پہلی آیت تو قوم موسی کی حکایت کے طور پر ہے جبکہ دوسری آیت میں خاص طور سے اس امت کو مخاطب کر کے کہا گیا ہے کہ اے ایمان والو تم پر مقتولوں کے سلسلے میں قصاص لکھ دیا گیا کہ آزاد کے بدلے آزاد۔ غلام کے بدلے غلام' عورت کے بدلے عورت الی آخرہ)

اس وجہ سے کچھ فقہاء عورت کے بدلے مرد کو قصاص میں قتل کرنا جائز نہیں سمجھتے۔

اب اگر ان کی دلیل کو شان نزول سے الگ کر کے سمجھنے کی کوشش کی جائے تو دلیل وزنی معلوم ہوتی ہے۔ لیکن اس کی شان نزول کو دیکھا جائے جو روایت نمبر ۲۰۶۶ادی گئی یا جو ابن جوزی نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ جاہلیت کے دور میں جو قبیلہ طاقتور ہوتا تھا تو اگر اس کے کسی غلام کو دوسرے کمزور قبیلہ کا غلام قتل کرتا تو وہ کہتا کہ ہم افضل ہیں۔ اس لئے ہم اپنے غلام کے بدلے کمزور قبیلہ کا آزاد قتل کریں گے۔ اسی طرح ان کے قبیلہ کی کسی عورت کو کمزور قبیلہ کی کوئی عورت قتل کرتی تو وہ کہتے کہ ہم اس کے بدلے اس عورت کو نہیں بلکہ ان کا کوئی مرد قصاص میں قتل کریں گے۔ (۵۳)

پس شان نزول سے اصلی پس منظر واضح ہو جاتا ہے۔ دوسرے اس آیت اور سورہ المائدہ کی آیت دونوں کو اکٹھا سامنے رکھ کر فیصلہ کرنا چاہیے۔ جان کے بدلے جان والی آیت ایک طرح سے پہلی آیت کی تشریح اور توضیح ہے۔ اسی کو پہلے لوگ بعض دفعہ زور ڈالنے کے لیے نسخ کر دیا کرتے تھے۔ مثلاً امام مالک کہتے ہیں کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ عبداللہ بن عباسؓ نے کہا کہ "الحر بالحر۔۔الخ" کو النفس بالنفس نے منسوخ کر دیا ہے۔ (۵۴)

دراصل بڑے لوگوں کا یہ طریقہ زور ڈالنے کا ایک طریقہ تھا اور بس۔

حضور ﷺ کو انبیاء سابقین کی اقتداء کا حکم:

اب قرآن کریم کے مذکورہ بیان کو غور سے دیکھئے:

"ووهبناله اسحق ويعقوب كلاً هدينا ونوحا هدينا من قبل ومن ذريته داود وسليمن وايوب ويوسف وموسى وهرون۔ وزكريا ويحي وعيسىٰ والياس كل من الصالحين۔ واسماعيل ويسع ويونس ولوطا۔ وكلاً فضلنا على العالمين۔ اولئک الذين اتينهم الكتاب ولحكم والنبوة۔۔ اولئک الذين هدى فبهد اقتده" (۵۵)

(اور ہم نے حضرت ابراہیمؑ کو اسحاقؑ اور یعقوبؑ جیسی اولاد دی اور ہر ایک کو راہ راست دکھائی (وہی راہ راست جو) اس سے پہلے نوحؑ کو دکھائی تھی۔ اور اسی کی نسل سے ہم نے داؤدؑ، سلیمانؑ، ایوبؑ، یوسفؑ، موسیٰؑ اور ہارونؑ کو (ہدایت بخشی)۔ (اسی کی اولاد سے) زکریاؑ، یحییٰؑ، عیسیٰؑ اور الیاسؑ کو (راہ یاب کیا) ہر ایک ان میں سے صالح تھا۔ (اسی کے خاندان سے) اسماعیل الیسع۔ یونس

اور لوط کو (راہ دکھائی) ان میں سے ہر ایک کو ہم نے تمام دنیا والوں پر فضیلت عطا کی۔۔۔ یہ لوگ تھے جن کو ہم نے کتاب اور حکم (کتاب کا صحیح فہم) اور نبوت عطا کی۔۔۔ اے محمدؐ یہی لوگ اللہ کی طرف سے ہدایت یافتہ تھے اور تم بھی ان کو دی گئی ہدایات اور ان کے طریقے کی پیروی کرو۔)

اب دیکھئے یہاں واضح طور پر حضور ﷺ کو انبیائے سابقین کے طریقے اور جو ہدایات ان کو دی گئی تھیں ان کی پیروی کا حکم ہو رہا ہے۔ اس کی تفسیر میں طبری لکھتے ہیں:

"القول فی تاویل قولہ (اولئک الذین هدی فبهدهم اقتده) فبهداهم اقتده: يقول تعالى ذكره: فبالعمل الذى عملوا' والمنهاج الذى سلكووبالهدى الذى هديناهم والتوفيق الذى وفقناهم (اقتده) يامحمد أى: فاعمل' وخذبه اسلكه فانه عمل الله فيه رضى ومنهاج من سلكه اهتدى"

(ان پیغمبروں کے عمل کے مطابق عمل کرو۔ جس طریقے پر یہ چلے تھے۔ تم بھی اسی طریقے پر چلو اور ان ہدایات پر عمل کرو جو ہم نے ان کو دی تھیں (۵۶) اور جو توفیق ہم نے ان کو دی تھی اے محمدؐ تم ان کی اقتدا کرو۔ یعنی اس پر عمل کرو۔ ان کے طریقے کو مضبوطی سے تھام لو۔ کیونکہ ان کے عمل میں اللہ کی رضا ہے اور جو ان کے طریقے پر چلے گا وہ ہدایت پائے گا۔)

اس کے بعد طبری نے ابن جریج' ابن زید' سدی اور ابن عباسؓ کے اقوال تائید میں روایات نمبر ۱۳۵۳۱ تا ۱۳۵۳۴ میں دیئے ہیں۔ ہم ان میں سے ابن عباسؓ کا قول نقل کرتے ہیں جو علی بن ابی طلحہ کی روایت سے ہے اور جس کے متعلق شاہ ولی اللہؒ نے لکھا ہے کہ یہ طریق ابن عباسؓ کی تفسیر کا سب سے صحیح ترین ہے۔

عن ابن عباسؓ قال: ثم قال فى الانبياء الذين سماهم فى هذه الآيه: فبهداهم اقتده"

ومعنى: الاقتداء) فى كلام العرب بالرجل: اتباع اثره والاخذبهديه يقال: (فلان يقدوفلاناً) اذانحانحوه واتبع اثره (قدة وقدوة وقدية)

(یعنی ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جن انبیاء کا نام ان آیات میں لیا ہے ان کی اقتداء کا حضور ﷺ کو حکم دیا اور ان کو دی گئی ہدایات پر عمل کرنے کا حکم دیا۔ پھر طبری کہتے ہیں کہ کسی شخص کی اقتدا کا مطلب کلام عرب میں یہ ہے کہ وہ اس کے نقش قدم پر چلے اور اس کی ہدلیات پر عمل کرے۔ جب کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص فلاں کی پیروی کرتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے

کہ وہ اس کے طریق پر چلتا ہے اور اس کے نقش قدم کی متابعت کرتا ہے۔(۵۷)

اوپر جو اثر ہم نے عبداللہ بن عباسؓ کا بیان کیا ہے یہ عمدہ ترین سند سے ہے۔ اس کے متعلق مناع القطان نے لکھا ہے کہ امام احمد نے کہا کہ اس سند کی روایات حاصل کرنے کے لیے مصر بھی جانا پڑے تو بڑی بات نہ ہو گی اور امام بخاری نے بھی اسی طریق پر اپنی صحیح میں اعتماد کیا ہے۔ مناع القطان نے ابن عباسؓ سے روایت کے چھ طریقے بیان کئے ہیں اور اس طریق کو سب سے صحیح کہا ہے۔ باقی طریق سب اس سے کم درجہ کے اور نا قابل اعتبار ہیں۔(۵۸)

قرطبیؒ ج ۷ ص ۳۵ پر اسی آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"اقتداء کسی کی اس کے فعل(۵۹) میں موافقت کی طلب ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ تم بھی ان پیغمبروں کی طرح سے صبر سے کام لو۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان کو دی گئی ہدایات پر عمل کرنے کا مطلب توحید اور ان کو دی گئی شرائع پر عمل کرنا ہے۔ اس سے بعض علماء نے اس پر دلیل لی ہے کہ جس میں نص نہ ہو اس میں سابق انبیاء کی شرائع پر عمل کیا جائے۔ جیسا کہ صحیح مسلم(۶۰) وغیرہ میں آتا ہے کہ ربیع کی بہن ام حارثہ نے کسی کو زخمی کر دیا۔ وہ لوگ قضیہ لے کر حضور ﷺ کے پاس آئے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: (قصاص! قصاص!) یعنی اس کا فیصلہ یہی ہے کہ قصاص لیا جائے۔ ام ربیع نے کہا کہ کیا فلانی قصاص لی گی۔ خدا کی قسم قصاص نہ لیا جائے گا۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ سبحان اللہ اے ام ربیع قصاص تو کتاب اللہ میں ہے۔ یہ سن کر ام ربیع نے کہا کہ ابد تک قصاص نہ دیا جائے گا۔ اسی طرح جھگڑا چلتا رہا اور ان لوگوں نے قصاص کے بجائے دیت لینا منظور کر لیا۔ اس پر حضور ﷺ نے کہا کہ کچھ اللہ کے بندے ایسے ہوتے ہیں کہ اگر وہ قسم کھالیں تو اللہ ان کی قسم کو سچا کر دیتا ہے۔ پس اس مقدمہ میں حضور ﷺ نے اس قول الٰہی پر انحصار کیا جو توریت کے حوالے سے قرآن میں موجود ہے: "وکتبنا علیھم فیھا ان النفس بالنفس الایة" اور قرآن میں دانت کے قصاص سے متعلق اور کوئی نص نہیں ہے سوائے اس آیت کے۔ اور یہ بطور توراۃ کے شرعی حکم کی خبر کے طور پر ہے۔ اس کے باوجود حضور ﷺ نے اسی خبر کے مطابق فیصلہ کیا اور اسی پر انحصار کیا۔(۶۱)

اس سلسلے میں ہم بخاری کی حدیث کے الفاظ بھی درج کئے دیتے ہیں جس میں بعض تفصیلات زیادہ ہیں:

"عن انس بن النصرؓ ان الربیع عمته کسرت سن جاریة فطلبوا الیھا العفو فأبوا

فعرضوا الارش فابوا فاتوا رسول اللہ ﷺ فابوا الا القصاص فامر رسول اللہ ﷺ بالقصاص فقال انس بن النصر: یارسول اللہ ﷺ تکسر ثنیۃ الربیع؟ لا والذی بعثک لا تکسر ثنیتها فقال رسول اللہ ﷺ یا انس کتاب اللہ القصاص فرضی القوم فعفوا۔ فقال رسول اللہ: ان عباداللہ لو اقسم علی اللہ لابرہ" (۶۲)

یعنی پہلے ان سے معافی مانگی گئی اور دیت بھی پیش کی گئی لیکن شروع میں وہ قصاص کے علاوہ کسی چیز پر راضی نہ ہوتے تھے، مگر آخر کار انہوں نے معاف کرتے ہوئے دیت لینا منظور کیا۔

قاضی ابوبکر بن العربی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ یہ آیت اصولی آیۃ ہے۔ کیونکہ اس سے اصول کا مسئلہ واضح ہوتا ہے۔ وہ یہ کہ کیا نبی ﷺ اور ان کی امت سابق لوگوں کی شریعت پر عمل کرے گی یا نہیں؟ ہم نے اصول کی بحث میں اس پر مفصل گفتگو کی ہے۔ وہاں دیکھئے۔

اس آیت میں سابق شریعتوں کے احکام پر اور ان پیغمبروں کے افعال کی پیروی کا حکم ملتا ہے جن کی خبر ہم کو نبی ﷺ نے دی ہے۔ اور صحیح احادیث میں یہی آیا ہے اور ہم حدیث کو بخاری کے الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

"عن العوام قال سألت مجاهدا عن سجدة (ص) فقال سألت ابن عباس من این سجدت؟ فقال اوما تقراء: ومن ذريته داؤد وسليمان ـ ـ الى قوله اولئك الذين هدى فبهداهم اقتده) وكان داؤد ممن امر نبيكم ﷺ ان يقتدى به فسجدها داؤد فسجدها رسول الله ﷺ" (۶۳)

یعنی حضرت عوامؒ فرماتے ہیں کہ میں نے مجاہد سے سورہ "ص" کے سجدے کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا کہ یہی سوال میں نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے پوچھا تھا کہ آپ نے سجدہ کیسے کیا؟ وہ بولے کہ کیا تم نے یہ آیت نہیں پڑھی؟ (۔۔۔۔۔ ان کی پیروی کرو) جن لوگوں کی اقتدا کا حکم نبی ﷺ کو دیا گیا تھا ان میں حضرت داؤد بھی شامل ہیں۔ پس حضرت داؤد نے سجدہ کیا پھر نبی ﷺ نے سجدہ کیا۔

دور حاضر کے مشہور مفسر قرآن جمال الدین قاسمی نے بھی یہی چیزیں اپنی تفسیر میں بیان کی ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

اولاً: استدل بهذه الآية من قال: ان شرع من قبلنا شرع لنا، مالم يرد ناسخ

الثاني: استدل بها ابن عباسؓ على استحباب السجدة في (ص) لان داؤدؑ

سجدھا الخ (۶۴)

لیکن ان مذکورہ باتوں سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ سابق انبیاء کسی طور حضور ﷺ سے درجے میں بڑے تھے۔ بلکہ اس آیت سے حضور ﷺ کی افضلیت ثابت ہوتی ہے۔

جمال الدین قاسمی اگلے صفحہ پر فرماتے ہیں :

"ہر بات میں سابق انبیاء کے کمالات کی پیروی کر کے ان سے بڑھ گئے یہی حکم آپ کو دیا گیا۔ اگر حضرت موسیٰؑ کی شریعت قاھرہ تھی اور اس سے بڑھ کر شریعت حضور ﷺ کو دی گئی جس کے متعلق بائیبل میں اعلان کر دیا گیا کہ اس کے ہاتھ میں آتشی شریعت ہوگی"

سابق شرائع اور احناف: جصاص اور احناف کا سابق شرائع کے متعلق نظریہ اس بیان سے ثابت ہوتا ہے وہ اللہ کے ارشاد ("وکتبناعلیھم فیھاان النفس بالنفس الایة" کے تحت فرماتے ہیں :

"یعنی اللہ کا قول ہے "ہم نے ان پر لکھ دیا کہ جان کے بدلے جان اس عموم سے ثابت ہوتا ہے کہ مومن کو کافر کے عوض قتل کیا جائے گا کیونکہ سابقہ شریعت ہمارے لئے بھی ثابت ہے جب تک کہ اللہ تعالی اسے ہمارے رسول ﷺ کی زبان سے اس کو منسوخ نہ کرے۔ پس مذکورہ بالا سابق شریعت کا حکم ہماری شریعۃ کا حکم بھی ہو گیا کیونکہ اللہ تعالی نے کہا ہے کہ یہی وہ لوگ ہیں جن کو اللہ نے ہدایت دی اور تم بھی ان کی پیروی کرو۔ پس اس آیت سے ثابت ہو گیا کہ جان کے بدلے جان کا حکم آخر آیت تک ہمارے نبی ﷺ کے لیے بھی مقرر ہو گیا۔ یہی بات حضور ﷺ کی حضرت انسؓ کی روایت جو ہم ابھی بیان کر چکے ہیں سے ثابت ہے۔ دانت کے قصاص کے معاملے میں کیونکہ اس میں دانت کے قصاص کو کتاب اللہ کا حکم کہا گیا ہے اور قرآن میں صرف اسی آیت میں دانت کے قصاص کا ذکر ہے۔۔۔۔۔ مزید حضرت عثمانؓ ابن مسعودؓ عائشہؓ کی حدیث سے جو وہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں اس سے بھی مومن کا قتل کافر کے قصاص میں جان کے بدلے جان کے عموم سے ثابت ہوتا ہے۔ جس میں ہے کہ کسی مسلمان کا قتل سوائے تین چیزوں کے جائز نہیں ہے۔ اگر یہ کہ اس نے محصن ہونے کے بعد زنا کیا ہو یا ایمان کے بعد کفر اختیار کیا ہو یا بغیر حق کے کسی کی جان لی ہو" (۶۵)

اصلاحی صاحب کی تفسیر: آیت زیر بحث سے ظاہر ہے کہ یہ عموم کے لیے ہے۔ پس اس میں

سابق انبیاء کی ہر بات کی پیروی شامل ہو گئی۔ تخصیص کا کوئی قرینہ قرآن یا سنت میں نہیں ہے الا کہ اس کا ذکر قرآن یا سنت میں ہو کہ کوئی بات اس سے خارج ہے۔

اصلاحی صاحب بھی ہر بات میں سابق انبیاء کی پیروی کے قائل معلوم ہوتے ہیں کیونکہ انہوں نے جو ترجمہ کیا ہے وہ حسب ذیل ہے:

"یہی لوگ ہیں جن کو اللہ نے ہدایت بخشی تو تم بھی انہی کے طریقے کی پیروی کرو" (۶۶)

پھر آگے جا کر تفسیر کے طور پر فرماتے ہیں:

"اولئک الذین هدی الله الایة اقتده" میں "ہ" وقفہ و سکتہ کی ہے۔ فرمایا کہ یہی لوگ ہیں جن کو اللہ نے اپنی ہدایت سے سرفراز فرمایا تو تم انہی کے نقش قدم پر چلو اور انہی کی ہدایت کی پیروی کرو" (۶۷)

اب ہماری سمجھ سے یہ باہر ہے کہ جب تمام سابق انبیاء جن کا اوپر ذکر ہوا۔ رجم کے قائل رہے اور رجم کی سزا بھی دیتے رہے۔ اگر ایسا مقدمہ آیا۔ پھر قرآن نے اس حکم کی توثیق و تصدیق بھی "فیها حکم الله" اور دیگر تیس آیات سے کر دی تو نہ معلوم اصلاحی صاحب رجم کے خلاف کیوں ہو گئے جبکہ یہاں خود فرمارہے ہیں کہ حضور ﷺ کو سابقہ انبیاء کی پیروی کا حکم دیا گیا۔

<u>حضرت داؤدؑ اور رجم</u>: اب دیکھئے اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤدؑ کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں:

"یاداؤد انا جعلناک خلیفة فی الارض فاحکم بین الناس بالحق" (۶۸)

(یعنی اے داؤد ہم نے تم کو زمین میں خلیفہ بنایا۔ پس لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کرو)

اب یہ معلوم ہے کہ رجم حضرت داؤدؑ کی حکومت میں رائج تھا اور ان کی حکومت بھی بہت لمبے عرصے تک رہی۔ اب اگر کسی غیر مسلم کو آپ کہیں کہ رجم حضرت داؤدؑ وغیرہ سابق پیغمبروں کے زمانے میں تو حق اور سچائی اور عین انصاف تھا لیکن اب یہ حق نہیں رہا۔ اب یہ سچائی نہیں رہی۔ اب انصاف کی بجائے ظلم ہو گیا تو وہ آپ پر ہنس دے گا۔

بھلا کبھی حق اور انصاف بھی بدلا کرتا ہے۔ حق اور انصاف کبھی نہیں بدلتا۔ رجم اس وقت بھی حق تھا اور آج بھی حق ہے۔ اس پر قرآن کی ۳۰ سے زیادہ آیات دال ہیں۔

اب دیکھئے رسالت میں پیروی کا مطلب کوئی خاص نہیں کیونکہ رسول اللہ ﷺ تو خود رسول ہیں۔ رہی توحید تو وہ تو بالکل بنیادی بات ہے۔ پیروی سے مطلب دین کی تفصیلات سے ہے۔ حدود دین کا حصہ ہیں۔ پس حدود کا قائم کرنا اور اس سلسلے میں کسی قسم کا فرق نہ پیدا کرنا واجب

ہے۔اس کاذکر گزر چکاہے۔لوگوں کے درمیان عدل سے کام لینا۔اللہ کے دین کے نفاذاور نفاذ شریعت میں تکلیفات برداشت کرنا۔آخرت کو ہی سب کچھ سمجھنااور دنیاکو محض آخرت کی کھیتی سمجھنا تقوی' زہداختیار کرناوغیرہ وغیرہ۔

رجم اور قرآنی آیات : آیئے اب ان آیات میں سے کچھ آیات تو نمبروار ملاحظہ فرمائیں جن سے رجم کا ثبوت ملتا ہے :

۱۔ اللہ تعالی کا قول :اولئک الذین اتیناھم الکتاب۔۔۔فبھداھم اقتدہ)(۶۹)
(یعنی اہل کتاب کو دی گئی ہدایات کی پیروی کرو)

پس ان کی جس ہدایت کا ہماری کتاب یا سنت میں ذکر آگیاان پر عمل اس آیت کی رو سے فرض ہو گیااور اس میں سے رجم کی سزا بھی ہے۔اس کی تفصیل ابھی بیان ہوئی۔

۲۔ اب قرآن شریف کی اس آیت کو دیکھئے :

"وکیف یحکمونک وعندھم التوراۃفیھاحکم اللہ"(۷۰)

(یعنی وہ تم کواس مقدمہ (زنا) میں کیسے حکم بنانے اس امید پر آئے کہ شاید تم کوئی اور فیصلہ کردو۔حالانکہ ان کے پاس تورات ہے جس میں اس جرم سے متعلق اللہ کا حکم موجود ہے)

اب دیکھئے یہاں قرآن نے بالکل واضح الفاظ میں رجم کے حکم کی تصدیق کردی کہ وہ اب بھی تحریف سے محفوظ تورات میں موجود ہے۔

قرآن کی اس آیت کو سمجھنے کے لیے یہ جاننا ضروری ہے کہ یہودی کیا مقدمہ لے کر آئے تھے۔یہ بات قرآن میں نہیں آئی کیونکہ جب قرآن اترا تھا تو اس مقدمہ کا لوگوں کو علم تھااور احادیث و تاریخ دونوں سے اس مقدمہ کی نوعیت ثابت ہے۔تاریخ کے حوالے بھی ہم نے سیرت سے آگے جا کر دیئے ہیں۔پس قرآن کے لیے یہ کہنا کافی ہے کہ اس مقدمہ کا جو حکم تورات میں ہے وہی اللہ کا حکم ہے۔

شاہ ولی اللہؒ نے الفوزالکبیر میں لکھاہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے تفسیر کے سلسلے میں مروی روایات میں سے سب سے صحیح وہ ہیں جو علی بن طلحہ کے طریق سے مروی ہیں۔ان میں سے مندرجہ ذیل روایت ہے :

۱۲۰۰۳۔حدثنا المثنی قال' حدثنا عبداللہ ابن عباس بن صالح قال حدثنی معاویہ بن صالح عن علی بن ابی طلحۃعن ابن عباس قولہ:وکیف یحکمونک

وعندهم التوراۃفیہاحکم اللہ یعنی حدوداللہ فأخبرہ اللہ بحکمہ فی التوراۃ(۷۱)
یعنی اللہ تعالی نے حضور ﷺ کو توریت میں بیان کردہ حدود کا حکم وحی کے ذریعے بتایا۔

اب ظاہر ہے کہ یہ توریت کی آیت کا ترجمہ ہی تھا جو نازل ہوا۔ جب رجم کا حکم سب پر واضح ہو گیا جیسے کہ پانچ نمازوں کی فرضیت سب پر واضح ہو گئی تو الگ سے قرآن میں رجم کا نام ضرور ہی لینے یا نمازوں کے سلسلے میں پانچ کا ہندسہ ضرور ہی بیان کرنے کی کوئی ضرورت نہ رہی۔ ابن عباسؓ نے رجم کی جگہ حدود کا نام اس لئے لیا ہے کہ اسی سورۃ میں قتل کے مقدمہ کا بھی ذکر ہے اس طرح ابن عباس نے حدود کہہ کر رجم اور قصاص دونوں حدود کو شامل کر لیا۔(۷۲)

ایک دوسری روایت میں سدی نے خاص رجم ہی کا نام لیا ہے:

۱۲۰۰۵۔عن سدی قال' قال یعنی الرب تعالی ذکرہ یعیرھم(وکیف یحکمونک وعندھم التوراۃفیہاحکم اللہ)یقول:الرجم(۷۳)

گویا اللہ تعالی یہود کو شرم دلا کر کہہ رہا ہے کہ تمہارے پاس اللہ کا حکم شادی شدہ زانیوں کے سلسلے میں توراۃ میں لکھا ہوا موجود ہے۔ پھر تم کیوں ہلکی سزا کے موہوم امید پر حضور ﷺ کے پاس جا رہے ہو۔

اس شرم دلانے کے بعد یہ کیسے ممکن تھا کہ اللہ تعالی رجم کی سزا کو منسوخ کر دیتا۔ اس پر مفصل گفتگو آگے آ رہی ہے۔ اس سلسلے میں امام رازیؒ کی تفسیر سے ہم نے تفصیل نقل کی ہے۔ توریت کی آیت کے ترجمہ کو بعض لوگوں نے قرآن کی آیت کہہ دیا جو تلاوت کے لیے نہ تھی بلکہ وقتی طور پر نازل ہوئی تھی۔ کیونکہ "فیہاحکم اللہ" کی تصدیق کافی تھی اس لئے الگ سے ایسی آیت کی ضرورت نہ تھی جو تلاوت کی جاتی جبکہ مزید ۳۰ دیگر آیات سے بھی رجم کا حکم ثابت ہو رہا ہے۔

۳۔ اب یہ معلوم ہے کہ یہودی اسی امید پر آئے تھے کہ شاید حضور ﷺ شادی شدہ زانیوں کو بھی کوڑوں کی سزا دے دیں۔ سورہ نور کی دوسری آیت کی وجہ سے ان کو اس کی امید قائم ہوئی لیکن ان کی اس امید اور کوشش کی وجہ سے اللہ تعالی نے دوسری آیت کے ذریعے متنبہ کر دیا کہ ان کی باتوں میں نہ آئیں۔ اور وہی فیصلہ کریں جو گزشتہ انبیاء ایسے مقدموں میں کرتے رہے ہیں اور ان گزشتہ پیغمبروں کی پیروی کریں اور تورات کے اس حکم کے مطابق فیصلہ کریں جس کی تصدیق قرآن نے "فیہاحکم اللہ" کہہ کر اور دیگر آیات سے کر دی ہے۔ خاص آیت تنبیہ یہ ہے:

"واحذرهم ان یفتنوک عن بعض ماانزل اللہ الیک"(۷۴)
(یعنی ان سے محتاط رہیں اور خبر دار رہیں کہ کہیں یہ لوگ باتیں بنا کر تم کو اللہ کے حکم سے جو تم پر نازل ہو چکا ہے بہکا نہ دیں)

یہ آیت ثابت کر رہی ہے کہ یہ تورات کا حکم یعنی رجم کا حکم حضور ﷺ پر نازل تسلیم کیا گیا کیونکہ اس حکم کی تصدیق قرآن نے "فیھا حکم اللہ" اور دیگر آیات سے کر دی اور جبرئیل نے بھی آکر تورات کے حکم کو دہرایا۔(۷۵)

۴۔ "اناانزلناالتوراۃفیھاھدی ونوریحکم بھاالنبیون الذین اسلموا۔۔الخ"(۷۶)
(یعنی اللہ تعالی نے توراۃ نازل کی جس میں ہدایت اور روشنی ہے جس کے مطابق اللہ کے مطیع انبیاء فیصلے کرتے رہے ہیں۔)

مذکورہ بالا آیت مزید اسی سیاق و سباق میں بیان ہو رہی ہے۔اس لئے رجم کے حکم کی تائید کر رہی ہے۔تفاسیر میں بہت سی روایات آئی ہیں جن میں ہے کہ محمد ﷺ بھی ان ہی میں سے ہیں۔ یہ بات خاص طور پر رجم کے سیاق و سباق میں کہی گئی ہیں۔(تفصیل کے لیے دیکھئے ' تفسیر طبری مع شرح شاکر ج ۱۰ ص ۳۳۸۔۳۴۱)

۵۔ "ولماجاء ھم کتاب من اللہ مصدقالمامعھم ۔۔۔۔الخ"(۷۷)
(یعنی جب ان کے پاس کتاب آئی اللہ کی طرف سے جو کہ ان باتوں کی تصدیق کرتی ہے جو ان کی کتاب میں موجود ہیں)

تصدیق کا یہ مطلب نہیں کہ جی بس یہ حکم تو یہود کے لیے ہے۔لیکن مسلمانوں کیلئے نہیں ہے بلکہ تصدیق کا مطلب یہ ہے کہ یہ سب کے لیے ہے۔یعنی یہودی مسلمان ہو گئے تو ان کے لیے بھی ہو گا۔اگر مسلمان ہونے کے بعد یہ احکام ان کے لیے کالعدم ہو جائیں تو ساری تصدیق بے معنی ہو کر رہ جاتی ہے۔یہ نکتہ اہم ہے۔(۷۸)

طبری کی ان دونوں روایتوں(ج ۲ روایت نمبر ۱۸۔۱۵۱۷ میں صاف کہا گیا ہے کہ قرآن توریت اور انجیل کی تصدیق کرتا ہے پھر اس تصدیق کی بہترین عملی مثال رجم کے مقدمہ میں سامنے آئی اور عملاً حضور ﷺ نے ثابت کر دیا کہ قرآن واقعی توریت کی تصدیق میں اترا ہے۔

جو لوگ رجم کے منکر ہیں وہ گویا قرآن کے اس بار بار دہرائے ہوئے دعوے کو جھوٹا ثابت کرنا چاہتے ہیں۔یہ قرآن اور مسلمانوں کے نادان دوست ہیں۔

۶۔ پھر قرآن میں ارشاد ہوتا ہے (دیکھئے تفسیر طبری مع شرح شاکر ج ۱۱ص ۵۳۰)

"وهذاكتاب مبارك مصدق لمابين يديه" (۷۹)

یہ کتاب مبارک ہے اور اس کتاب کی تصدیق کرنے والی ہے جو ان کے پاس ہے۔اس بات کا اعلان ہجرت سے پہلے سے لے کر آخر تک بار بار کیا جاتا رہا ہے۔

اب دیکھئے رجم کے معاملہ میں توراۃ کی تصدیق قرآن نے کی اس کے علاوہ اس معاملہ میں بھی یہودیوں کے مقدمے میں قرآن نے توریت کی تصدیق کی کہ کسی قبیلہ کو کسی دوسرے قبیلے پر فوقیت حاصل نہیں ہے۔ مقتول چاہے بنو نضیر کا ہو یا بنو قریظہ کا، دونوں برابر ہیں۔ جان سب کی برابر ہے۔یوں قرآن نے حدود کے معاملہ میں توریت احکام شادی شدہ زانی اور قتل میں قصاص کی عملاً تصدیق کی۔ (یہودی مرد کو عورت کے بدلہ قتل کیا)

۷۔ "ياأهل الكتاب قدجاء كم رسولنايبين لكم كثيراً مماكتنم تخفون الكتاب" (۸۰) دیکھئے تفاسیر آلوسی ۔شوکانی، طبری ۔رازی، قاسمی، المنار، ابن کثیر، سیوطی وغیرہم) (۸۱)

اس آیت سے متعلق ہم نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے حوالہ سے بھی الگ بحث کی ہے۔لیکن یہاں بتادیں کہ اس کا مطلب صحابہ کرامؓ کی روایات کی رو سے یہی تھا کہ یہاں جس چیز کو چھپانے کا ذکر ہے وہ رجم کا حکم ہے۔پس یہ آیت رجم کے دائمی حکم کو ثابت کرتی ہے۔پھر حضور ﷺ نے اس مردہ حکم کو عملاً ایسے زندہ کیا کہ چودہ سو سال سے مسلمان قاضی اس کو نافذ کرتے چلے آرہے ہیں۔

مسند احمد میں ہے کہ حضور ﷺ نے رجم کے فیصلہ کے بعد فرمایا:

"انی اول من احیاء امرک اذااماتو" یعنی میں سب سے پہلا شخص ہوں جس نے تیرے حکم کو زندہ کیا جبکہ لوگ اسے مردہ کر چکے تھے)(۸۲)

اب کیا حضور ﷺ نے یہ بات فخریہ صرف ایک مقدمہ کے لیے کہی تھی اور پھر اس کو فوراً ہی مردہ کرنے کا پروگرام تھا؟ (لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم) نہیں بلکہ فخر اس لئے کہا تھا کہ رجم کا حکم اب رہتی دنیا تک قائم رہنا تھا۔رشید رضا لکھتے ہیں:

"قدبين هل الكتاب كثيراً من الاحكام والمسائل التى كانوايخفونهامماانزل الله اليهم منها حكم رجم الزانى" (۸۳)

رشید رضا بار بار کہہ رہے ہیں کہ سورۃ مائدہ کی یہ آیات رجم یہود کے سلسلے کی ہیں (پس ثابت ہوا کہ یہ واقعہ آخری دور کا ہے)

۸۔ "یابنی اسرائیل اذکروانعمتی التی انعمت علیکم واوفوابعهدی اوف بعهدکم وایای فارهبون وآمنوابماانزلت مصدقالمامعکم ولا تکونوااول کافربه ۔۔۔الخ"(۸۴)

(یعنی اے بنی اسرائیل میری نعمتوں کو یاد کرو۔۔اور اس کتاب اور اس رسول پر ایمان لاؤ جو اس کتاب کی تصدیق کرتا ہے۔جو تمہارے پاس ہے۔(قرآن توراۃ کی تصدیق کرتا ہے۔

(دیکھئے طبری ج ا ص ۵۶۰)

اب دیکھئے بار بار اس بات کو کہہ کر قرآن اہل کتاب کو جس میں یہودی اور تمام عیسائی شامل ہیں۔ قرآن اور نبی ﷺ ان کو جو دعوت دے رہا ہے وہ اسی اہم بنیاد پر دے رہا ہے کہ یہ دونوں تمہارے پاس موجود کتاب کی تصدیق کرتے ہیں۔ قرآن اپنے الفاظ سے اور نبی ﷺ مقدمات کے فیصلہ کر کے۔اب جو لوگ رجم کا انکار کرتے ہیں وہ اس بنیاد کو ہی ختم کرنا چاہتے ہیں جس کی بنا پر قرآن ان کو اسلام لانے کی دعوت دے رہا ہے۔

اسی آیت کے نزول کے بعد رجم اور قصاص کے مقدمات میں توراۃ کے احکام پر عمل کر کے حضور ﷺ نے قرآن کے اس بنیادی دعوے کی تصدیق کر دی۔ یہودی مرد کو ایک یہودی لڑکی کو قتل کرنے کے بدلے میں قتل کرایا۔

۹۔ "فانه نزل علی قلبک باذن الله مصدقالمابین یدیه"(۸۵)

(یعنی اللہ تعالیٰ نے قرآن کو تیرے قلب پر نازل کیا جو کہ تصدیق کرتا ہے اس کتاب کی جو ان کے پاس ہے)

اس آیت میں بھی اس بنیادی دعوے کو دہرایا گیا ہے جس کو یہ منکرین رجم منہدم کر کے قرآن کی حقانیت کو زک پہنچانا چاہتے ہیں۔

تفسیر طبری کی روایات نمبر ۱۶۳۱، ۱۶۳۲ میں یہی بات کہی گئی ہے کہ قرآن توریت وانجیل کی تصدیق میں نازل ہوا جو ان اہل کتاب کے پاس ہے۔(مصدقالمابین یدیه من التوراة والانجیل)(۸۶)

۹۔ "۔۔۔قل من انزل الکتاب الذی جاء به موسیٰ نوراوهدی للناس

تجعلونہ قراطیس تبدونھاوتخفون کثیراً"(۸۷)

یعنی ان سے پوچھو کہ پھر وہ کتاب جو موسیٰؑ لائے تھے جو تمام انسانوں کے لیے روشنی اور ہدایت تھی۔ جسے تم پارہ پارہ کر کے رکھتے ہو کچھ دکھاتے ہو اور بہت کچھ چھپا جاتے ہو۔(دیکھئے تفسیر طبری شرح شاکر برادران' ج ۱۱ ص ۵۲۶)

یہ سورہ یہودیوں کے مقدمات سے بہت پہلے نازل ہوئی تھی۔ جو چیزیں وہ چھپاتے تھے ان میں حضور ﷺ کی صفات تھی۔ (۸۸) اور حدود میں ایک حکم تھا کہ جان کے بدلے جان اور دوسرا حکم رجم کا تھا۔ رجم کو چھپانے کا حکم بعد میں خاص رجم کے سلسلے میں بھی سورہ مائدہ میں نازل ہوا۔ یہاں مجمل بیان ان بہت سی باتوں کا ہو رہا ہے جن میں رجم بھی بہر حال شامل ہے جیسا کہ آگے جا کر سورہ مائدہ میں واضح ہوتا ہے۔

۱۰۔ اب اس آیت کو لیجئے۔ رجم سے اس کا تعلق بیہقی نے بھی ذکر کیا ہے (۸۹)

"یحرفون الکلم عن مواضعہ"(۹۰)

یعنی یہ اہل کتاب کلام کو اس مواقع سے بدل دیتے ہیں (تحریف لفظی یا تحریف معنوی کے ذریعے اس کے متعلق عبداللہ بن عباسؓ کا قول عمدہ سند سے طبری میں یوں منقول ہے:

"عن علی عن ابن عباس قولہ:(یحرفون الکلم عن مواضعہ)یعنی حدوداللہ فی التوراۃ ویقولون' ان امرکم محمدبماانتم علیہ فاقبلوہ وان خالفکم فاحذروا"(۹۱)

یعنی ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے اس قول کہ یہ لوگ کلام کو مواقع سے بدل دیتے ہیں' تفسیر یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ اگر محمد ﷺ یہ حکم کریں تو قبول کر لو اور اگر اس کی خلاف حکم دیں تو مت مانو۔

اب یہ کثیر روایات اور تاریخ سے ثابت ہے کہ یہ چیز زنا کے مقدمہ میں ہوئی۔ یہودی کہتے تھے کہ کوڑوں کا حکم دیں تو تسلیم کر لو اور رجم کا حکم دیں تو مت مانو۔

اب یہ متجددین بھی یہودیوں کی پیروی کر رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ کوڑوں کا حکم ہم تسلیم کرنے کو تیار ہیں مگر رجم کا نہیں۔

۱۱۔ "والذی اوحیناالیک من الکتاب ھوالحق مصدقابین یدیہ"(۹۲)

یعنی یہ کتاب جو ہم نے آپ کے پاس وحی کے طور پر بھیجی ہے یہ حق ہے اور اپنے سے

پہلی کتابوں (۹۳) کی تصدیق کرتی ہے۔ مثلاً رجم قصاص وغیرہ کے احکام کی۔ یہاں بھی اس بنیادی دعوے کو دہرایا جارہا ہے جس کی بنیاد پر اہل کتاب کو اسلام کی دعوت دی جارہی ہے۔

۱۲۔ ”قالوایاقومناانا سمعناکتابا انزل من بعدموسیٰ مصدقالمابین یدیده یهدی الی الحق وطریق المستقیم“(۹۴)

یعنی کہنے لگے بھائیو ہم ایک کتاب سن کر آئے ہیں جو موسیٰ کے بعد نازل ہوئی۔ جو ان کتابوں کی تصدیق کرتی ہے جو پہلے سے موجود ہیں۔۔الخ)

گویا یہاں بھی اس بنیادی دعوے کو دہرایا جارہا ہے اور یہ آیت بھی یہی ثابت کرتی ہے کہ تمام انبیاء کے لیے قانون ایک ہی ہے۔

۱۳۔ اب دیکھئے اس آیت کا باب بخاری نے اپنی صحیح میں باندھا ہے :”قل فاتوبالتوراۃ فاتلوهاان کنتم صادقین “اس آیت کے تحت یہودیوں کے رجم کا واقعہ بیان کیا ہے جس میں اس آیۃ کا ذکر ہے۔(۹۵)

۱۴۔ ”نزل علیک الکتاب بالحق مصدقالمابین یدیه وانزل التوراة والانجیل من قبل هدی للناس وانزل الفرقان۔۔۔الخ“(۹۶)

یعنی تم پر حق کے ساتھ کتاب اتاری جو کہ تصدیق کرتی ہے ان کی جو کتب ان کے پاس ہیں اور تورات اور انجیل اس سے قبل لوگوں کی ہدایت کے لیے نازل کیں۔ پھر فرقان کو نازل کیا۔۔الخ)

یعنی قرآن نے (فیھا حکم اللہ) اور یحکم بهاالنبیون) کہہ کر توریت کی تصدیق کی جس سے یہودیوں کے جھوٹ کا پول کھل جانے سے قرآن کا اعجاز ثابت ہو گیا۔ مزید حضور ﷺ نے جب مٹائے ہوئے قانون رجم کو دوبارہ زندہ کر دیا تو یہ ان کی نبوت کی دلیل اور ثبوت تمام اہل کتاب کے لیے مہیا ہو گیا۔ پھر یہودی عورت کو قتل کرنے کی وجہ سے یہودی مرد کو قتل کرایا۔

۱۵۔ ”الذی یجدونه مکتوباً عندهم فی التوراة والانجیل“

ابن حجر بخاری کی کتاب التوحید میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے ایک قول کی تفسیر میں یوں لکھتے ہیں جس سے ظاہر کرنا مقصود ہے کہ توریت میں ایسا مواد ہے جو تحریف سے اب تک محفوظ ہے۔ اس میں رجم کا حکم الٰہی بھی ہے۔ بیان ملاحظہ فرماویں :

”۔۔۔بقی منهاأشیاء کثیرةلم تبدل من ذلک قوله تعالی:الذین یتبعون

الرسول النبی الامی الذی یجدونه مکتوباً عندھم فی التوراۃ والانجیل۔۔۔ الآیۃ وسن ذلک قصۃ رجم الیھودیین وفیہ وجودآیۃالرجم ویؤیدہ قولہ تعالی۔ قل فاتوابالتوراۃ فاتلوھاان کنتم صادقین"(۹۷)

گویا مذکورہ بالا آیات بھی ابن حجر کے نزدیک رجم کو قرآن سے ثابت کررہی ہیں۔ابن عباسؓ کا ایک قول ہم نے مفصل کئی اسناد سے آگے بیان کیا ہے۔

۱۶۔ "اناانزلنا الیک الکتاب بالحق لتحکم بین الناس بماارٰک اللہ"(۹۸)

یعنی یہ کتاب ہم نے تم پر نازل کی حق کے ساتھ کہ آپ اس کی روشنی میں جو آپ کو نظر آئے اس کے مطابق لوگوں کے درمیان فیصلہ کریں۔اس آیت سے یقینی طور پر ثابت ہو گیا کہ یہودیوں کو رجم کا حکم جو دیا تھا وہ فیصلہ آپ ﷺ نے قرآنی آیات (فیھاحکم اللہ)۔وماانزل اللہ وغیرہ) کی روشنی میں کیا تھا۔اس لئے یہ فیصلہ قرآن کے مطابق تھا۔پس رجم کا انکار قرآن کا انکار ہے۔یہ حکم سورہ مائدہ سے یعنی رجم کے مقدمہ سے کافی پہلے سورہ نساء میں نازل ہو چکا تھا۔

۱۷۔ اب اس بیان کو لیجئے جو اس آیت سے شروع ہوتا ہے :

"یاایھاالرسول لایحزنک الذین یسارعون فی الفکر۔۔الخ"(۹۹)

یہ آیات تو نازل ہی رجم کے مقدمہ کے سلسلے میں ہوئیں۔اس پر ہم نے الگ سے لکھا ہے۔یہاں صرف اس کا ذکر کر دیا ہے۔اس آیت کو مورخین'محدثین ومفسرین سب نے خاص رجم کے ثبوت کے سلسلے میں بیان کیا ہے۔

۱۸۔ یہ پچھلی کتابوں کی تصدیق کی بات اور اس کا اعلان حضرت عیسیٰؑ نے بھی کیا۔قرآن میں اس کا بھی ذکر ہے۔سنئے :

"انی قد جئتکم بایۃ من ربکم ۔۔۔ومصدقالمابین یدی من التوراۃ ولاحل لکم بعض الذی حرم علیکم"(۱۰۰)

یعنی میں تمہارے پاس اللہ کی نشانی لے کر آیا ہوں۔۔۔اور میں اس طور سے آیا ہوں کہ تصدیق کرتا ہوں اس کتاب کی جو مجھ سے پہلے تھی یعنی تورات اور اس لئے آیا ہوں کہ تم لوگوں کے واسطے بعض ان چیزوں کو حلال کردوں جن سے تم محروم کر دیئے گئے۔(اس کی تفصیل گزر چکی ہے)

تفسیر طبری وغیرہ میں ہے کہ حضرت عیسیٰؑ نے آکر یہودیوں کے لیے اونٹ کا گوشت

اور بعض پرندوں کے حلال ہونے کا اعلان فرمایا۔ حضور ﷺ نے بھی اونٹ کا گوشت اور بعض پرندوں کے حلال ہونے کا اعلان فرمایا۔ اسرائیلیوں نے خود اپنے اوپر حرام کر لئے تھے۔

یاد رہے کہ حضرت عیسیٰؑ کے وقت تک توراۃ میں خاص تبدیلی نہ ہوئی تھی اس لئے انجیل کے بعد بھی قانون کی کتاب توراۃ ہی رہی۔ انجیل میں تو زیادہ تر وعظ و نصیحت ہی ہے۔ رجم کے قانون کی حضرت عیسیٰؑ نے بھی تائید کی۔ کیونکہ آپ نے باقاعدہ حکومت قائم نہیں کی تھی اس لئے نافذ نہیں کیا کیونکہ حدود قائم کرنا حکومت کا کام ہے۔ پس حضرت عیسیٰؑ نے رجم کی تصدیق کی اور پھر حضور ﷺ نے تصدیق کی۔

۱۹۔ "وما وصینا به ابراهیم وموسیٰ وعیسیٰ ۔۔۔ الخ" (۱۰۱)

(یعنی دین میں ہم نے تمہارے لئے بھی وہی شریعت قائم کی ہے جس کی ہم نے نوحؑ کو وصیت کی تھی اور جس کی وحی ہم نے تم کو کی اور پھر جس کی وصیت ابراھیم اور موسیٰ اور عیسیٰؑ کو کی۔)

مذکورہ بالا آیت میں اہم بات یہ نوٹ کیجئے کہ بیچ بیچ ایک قانون شریعت ثابت کرنے کے لیے نزول کے تسلسل کو توڑ کر حضرت نوحؑ کے بعد ہی قرآن کا ذکر کر دیا اور حضرت ابراھیم و موسیٰؑ کا ذکر بعد میں فرمایا۔ اس آیت سے واضح طور پر شاہ ولی اللہؒ کی بات کی تائید ہو رہی ہے کہ قصاص۔ رجم اور قطع ید کی سزائیں تمام سابق پیغمبروں کے ہاں رائج رہی ہیں اور ہمارے لئے بھی ان کے نفاذ میں پورا پورا اہتمام ضروری ہے۔

ہم نے الگ سے اس سرخی کے تحت چند آیات دی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ عدل وانصاف کے احکام میں اللہ کے ہاں تبدیلی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ یہاں ہم صرف ان آیات کو درج کئے دیتے ہیں۔ شمار کرنے کی خاطر۔ ورنہ انکی بحث آگے مکمل آرہی ہے۔ یہاں اس لئے درج کررہے ہیں:

۲۰۔ "وتمت کلمة ربک صدقا وعدلا لا مبدل لکلماته" (الانعام: ۱۱۴۔ ۱۱۵)

۲۱۔ "ولن تجد لسنة الله تبدیلا ولن تجد لسنة الله تحویلا" (فاطر: ۴۳)

۲۲۔ "ولن تجد لسنة الله تبدیلا (الفتح: ۲۳)

۲۳۔ "ان اتبع الا ما یوحی الی ۔۔۔ الخ" (یونس: ۱۵)

یعنی بس میں تو اسی کا اتباع کرتا ہوں جو میرے پاس وحی کے ذریعے پہنچا ہے۔

اب دیکھئے یہ قول حضور ﷺ کی بعثت سے لے کر انتقال تک کو محیط ہے۔ یعنی حضور ﷺ

اسی بات کی پیروی کرتے تھے جو ان پر نازل ہوتا تھا۔اب دیکھئے یہود کے زنا کا مقدمہ جو آپ کے پاس آیا تو قرآن مذکورہ بالا آیت کے ذریعے اس بات پر مہر تصدق ثبت کر رہا ہے کہ اس کا فیصلہ حضور ﷺ نے وحی منزلہ کے مطابق فرمایا۔اب اس ثبوت کے بعد کسی ایسے شخص کے لیے انکار کی گنجائش نہیں رہتی جو قرآن کو مانتا ہو۔مذکورہ بالا آیت سے حتمی طور سے ثابت ہو گیا کہ یہ فصیلہ وحی منزلہ کے ذریعے توریت کی آیت رجم کی تصدیق کے بعد ہی کیا گیا تھا۔ایک مجدد صاحب نے بھی یہ آیت بیان کی ہے اور کہا ہے کہ حضور ﷺ کا کام تو بس قرآن کی پیروی تھا۔ہم کہتے ہیں کہ تم ٹھیک کہتے ہو۔رجم کے فیصلہ میں بھی تو انہوں نے قرآن کی پیروی کی اس کو بھی تسلیم کرو۔

۲۴۔ "فاحکم بینھم بماانزل اللہ ولا تتبع اھواھم عما جاءک من الحق" (المائدہ ۴۸)
اس کی تفسیر میں طبری لکھتے ہیں۔اس میں کسی منسوخ التلاوۃ آیت کا ذکر نہیں ہے۔مفسر طبری فرماتے ہیں کہ یہ آیت مذکورہ بالا اللہ تعالی کا اپنے نبی محمد ﷺ کو حکم ہے کہ جو لوگ مقدمہ لے کر آئیں اہل کتاب سے ہوں یا کسی بھی دوسری ملت کے ہوں ان کا فیصلہ اس کتاب کے مطابق کرو جو اللہ تعالی نے تم پر نازل کی ہے۔وہ قرآن ہے جس کو اللہ نے اپنی شریعت کے لیے مخصوص کیا ہے۔اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ اے محمد (ﷺ) اہل کتاب و مشرکین کے درمیان میری کتاب اور میرے احکام کے مطابق فیصلہ کرو۔حدود۔جروح۔قصاص اور جان کے معاملہ میں۔پس زانی محصن کو رجم کرو۔اور قاتل کی جان مقتول کے بدلہ میں مارو جس کو ظلماً قتل کر دیا گیا ہو۔آنکھ کے بدلے آنکھ ضائع کرو۔ناک کے بدلے ناک۔کیونکہ میں نے قرآن کو نازل کیا ہے اس طور سے کہ وہ تصدیق کرتا ہے جو کتابیں کہ ان کے پاس ہیں (یعنی توراۃ اور انجیل) اور تصدیق کرتا ہے پچھلی کتب کی دیکھ بھال کر اور سابق کتب پر بھی بطور نگہبان کے فیصلہ دیتا ہے (یعنی ان کے محرف اقوال کی تصدیق نہیں کرتا) پس تم یہود کی خواہشات کی پیروی مت کرو۔جو کہ یہ چاہتے ہیں کہ رجم کی بجائے ان کو کوڑوں کی سزا دی جائے (۱۰۲) محصن زانی کے مقدمہ میں اور ادنی آدمی کو تو شریف کے بدلے قتل کر دیا جائے۔لیکن شریف اگر زانی کو قتل کرے تو اسے زندہ رہنے دیا جائے۔یہ یہودی کہتے ہیں کہ ان کی مرضی کے مطابق فیصلہ کیا جائے تو وہ اسے قبول کریں گے ورنہ نہیں کریں گے۔پس تم ان سے خبردار رہو۔یہ تم کو اس حق سے ورغلانا چاہتے ہیں جو اللہ کے پاس سے آیا ہے۔وہ کتاب ہے جو اللہ نے تم پر نازل کی ہے۔پس اللہ تعالی حضور ﷺ کو فرماتا ہے

کہ جب تم ان اہل کتاب کے مقدمہ کو فیصلہ کرنے کے لیے قبول کرلو۔ تو پھر میری اسی کتاب کے مطابق عمل کرتے ہوئے فیصلہ کروجو میں نے تمہاری طرف نازل کی۔اور یہود کی اتباع کرتے ہوئے میری کتاب پر عمل کو ترک مت کرو۔اور ان کی خواہشات کی پیروی مت کرواور اس حق کو مت چھوڑوجو میں نے اپنی کتاب میں تمہاری طرف نازل کیا۔(۱۰۳)

اب بات بالکل سادی سی ہے۔قصاص اور جروح کے معاملے میں انہوں نے طرح طرح سے گڑبڑ کررکھی تھی۔شریف(بڑاآدمی) کو قصاص میں قتل ہی نہ کرتے تھے۔پھر امیر قبیلہ کے آدمی کو غریب قبیلہ کا کوئی شخص قتل کردے تو اس کے عوض غریب قبیلے کے دو آدمی قتل کئے جاتے تھے۔طاقتور قبیلہ کے آدمی کی ایک آنکھ ضائع کی جائے تو اس کے بدلے کمزور قبیلہ کی دو آنکھیں ضائع کی جاتی تھیں وغیرہ وغیرہ۔اس لئے ضروری ہوا کہ قصاص اور جروح کے سلسلے میں توراۃ میں دیا گیا پورا کا پورا حکم قرآن میں بیان کردیا جائے جس میں جان کے بدلے جان۔آنکھ کے بدلے آنکھ۔ناک۔کان دانت وغیرہ سب کا ذکر ہے۔

لیکن رجم کے سلسلے میں تو بس ایک مختصر سی تبدیلی تھی یعنی یہ کہ انہوں نے رجم کی جگہ سو کوڑے رائج کردئے تھے۔پس قرآن میں رجم کی پوری آیت دہرانے کی کوئی ضرورت نہ تھی۔پس یہ اعلان کافی تھا کہ توراۃ میں اس سلسلے میں جو حکم ہے وہ اللہ کا حکم ہے یعنی اس میں تحریف نہیں۔یہ جوں کا توں موجود رہنے دیا گیا ہے اور تبدیلی نہیں کی البتہ اس حکم کو چھپاتے ہیں۔پس جہاں قصاص اور جروح وغیرہ کے حکم کو "فیہا" سے ہی شروع کیا ہے مگر "فیہا حکم اللہ" کہہ کر اس کی تصدیق کی ہے کیونکہ اس حکم میں تبدیلی عملی طور پر تھی۔تورات کی آیت میں تبدیلی بھی مختصر تھی کہ رجم کی بجائے کوڑے کردئے تھے۔پس پوری آیت کو قرآن میں دہرانے کی ضرورت ہی نہ تھی۔پھر جبکہ اس کا عربی ترجمہ حضرت جرئیل نے آکر حضور ﷺ کو بتادیا اور یہ ترجمہ صحابہ میں بھی مشہور ہوگیا۔اور بعض نے اس کو روایت بھی کیا۔پھر تورات میں سب کے سامنے وہ آیت ظاہر ہو کر آگئی۔سب نے دیکھ لیا۔یہودیوں نے تسلیم کرلیا۔دونوں یہودی محصن زانی سب کے سامنے رجم کردیئے گئے تو معاملہ صاف ہوگیا۔شک وشبہ کی گنجائش ہی نہ تھی۔اس لئے "فیھا حکم اللہ" کہہ کر اس کی تصدیق کافی تھی۔جبکہ دیگر قرآن کی تیس آیات بھی اسی کو بیان کرتی تھیں۔پھر یہودیوں کو رجم کیا گیا۔اس کے بعد حضرت ماعز ؓ، غامدیہ ؓ، عسیف والی عورت ؓ وغیرہ کو رجم کیا گیا تو بات بالکل واضح تھی۔

اتنی سی بات تھی جسے افسانہ کر دیا۔ قرآن میں رجم کو تو اتنی بہت ساری آیات واضح طور پر بیان کر رہی ہیں۔ لیکن اور بہت سی باتیں ہیں جن کو قرآن نے محض اشارہ کے طور پر بیان کیا ہے۔ لیکن سب جانتے ہیں کہ یہاں کیا مراد ہے۔ مثلاً مسطحؓ کو جو امداد حضرت ابو بکرؓ دیا کرتے تھے تو انہوں نے اس امداد کو بند کر دیا۔ اس پر آیت اتری۔ اس آیت میں نہ حضرت ابو بکر کا نام ہے اور نہ مسطح ؓ کا۔ اور نہ یہ ذکر ہے کہ امداد کیوں بند کی۔ لیکن اس وقت بھی سب جانتے تھے کہ آیت کا شان نزول کیا ہے اور قصہ کیا ہے اور اب بھی سب جانتے ہیں کہ بات کیا تھی اور کس کے متعلق تھی۔

اگر ہر ہر بات کی قرآن میں تفصیل دی جاتی تو قرآن تو ایک بہت ضخیم کتاب بن جاتا۔ اس وجہ سے مفصل وہی بات بیان کی گئی جو اس کی متقاضی تھی۔ ورنہ اختصار سے کام لیا گیا کیونکہ وہاں اختصار سے کام آسانی سے چل سکتا تھا۔ جن کے زمانے میں قرآن نازل ہو رہا تھا خاص کر ان کو جس تفصیل کی ضرورت نہ تھی اس کو بیان نہیں کیا۔ رہے بعد والے تو ان کے لیے صحابہ کرامؓ پس منظر ہر بات کا بیان کر گئے ہیں۔ بعد والوں کو بھی کوئی دقت نہیں ہو گی۔

۲۵۔ "ان فریقاً منهم لیکتمون الحق وهم یعلمون"(۱۰۴)

اس آیت کا بخاری نے خاص باب باندھا ہے اور اس کے ذیل میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی حدیث بیان کی ہے جس سے واضح ہوتا ہے کہ جس حق کو وہ چھپاتے تھے وہ رجم کی حقانیت ہی تھی۔ اس کا ذکر آگے مفصل آرہا ہے۔

۲۶۔ "یقولون ان اوتیتم هذافخذوه وان لم توتوه فاحذروا"

یعنی اگر تم کو کوڑوں کی سزا تجویز کریں تو منظور کر لینا اور اگر رجم کی سزا کا حکم دیں تو نا منظور کر دینا۔

اس کے متعلق روایت کا مکمل حوالہ آگے آرہا ہے جو ہم نے امام رازیؒ کی تفسیر سے نقل کیا ہے۔ بہر حال یہ آیت بھی رجم کا ہی ذکر کر رہی ہے۔ پھر یہ متجددین کہتے ہیں کہ رجم کا ذکر قرآن میں نہیں ہے۔

۲۷۔ "ومن لم یحکم بماانزل اللہفاولئک هم الکافرون"(۱۰۵)

۲۸۔ "ومن لم یحکم بماانزل اللہفاولئک هم الظالمون

۲۹۔ "ومن لم یحکم بماانزل اللہفاولئک هم الفاسقون(۱۰۶)

تینوں مذکورہ بالا آیات بھی رجم کے سلسلے میں نازل ہوئیں۔ اس کا ذکر آگے مفصل

(تفسیر المنار ج ٦ ص ٣٨٦) کے حوالے سے آرہا ہے۔روض الانف اور سیرت ابن اسحٰق کے حوالے بھی آرہے ہیں۔(مزید دیکھئے السنن الکبری ج ٨ ص ٢٤٦ و مسلم)

٣٠۔ "وان حکمت فاحکم بینھم بالقسط" المائدہ: ٤٢)طبری نے روایات ١١٩٩٨ تا ١٢٠٠٠ میں رجم نقل کیا ہے۔اگر آپ ان اہل کتاب کا فیصلہ کریں تو عدل کے مطابق کریں یعنی رجم کریں۔یہ طبری نے چار روایات میں نقل کی۔اب عدل وہی ہے جو قرآن کے مطابق کریں۔پس رجم کا فیصلہ بھی قرآن کے مطابق تھا۔اس کے متعلق امام رازیؒ لکھتے ہیں :

"فاحکم بینھم بالعدل والاحتیاط کماحکمت بالرجم(١٠٧)

٣١۔ "واذاخلا بعضھم الی بعض قالواا تحدثونھم بمافتح اللہ علیکم لیحاجوکم بہ عندربکم"

تفسیر طبری روایت نمبر ١١٦١١ میں میں نقل کیا ہے کہ یہ آیت بھی رجم کے سلسلے میں ہے۔اس کا مفصل ذکر آگے آرہا ہے۔اس میں ذکر ہے کہ محصن زانیوں کو سو کوڑوں کی سزا دینا یہود نے اپنی طرف سے رائج کیا تھا۔(١٠٨)

یاد رہے بعض چیزوں کا نام لے کر قرآن میں ذکر نہیں لیکن پوری امت جانتی ہے کہ یہاں کیا اور کون مراد ہے۔ مثلاً واقعہ افک میں اور دوسرے مقامات پر جہاں عبد اللہ بن ابی کا ذکر ہے لیکن اس کا نام نہیں لیا گیا۔اسی طرح واقعہ افک کا اچھی طرح قرآن میں ذکر ہے لیکن حضرت عائشہؓ کا نام نہیں۔اسی طرح "ثانی اثنین اذھمافی الغار"(١٠٩) میں حضرت ابو بکرؓ کا ذکر ہے لیکن نام نہیں ہے۔ نمازوں کا ذکر بار بار ہے فرضیت کا ذکر ہے لیکن پانچ نمازوں کا ہندسہ کے ساتھ کہیں ذکر نہیں۔اسی طرح رجم قرآن کی ٣٠ سے زیادہ آیات سے ثابت ہے لیکن (ر۔ج۔م) کا لفظ نہیں۔(جاری ہے)

مصادر و حواشی

۱۔ حضرت محمد ﷺ ایسے دور میں تشریف لائے کہ ان کی تعلیمات میں تحریف نہ ہو سکتی تھی اور نہ ہوئی۔ اس لئے آپ کے بعد کوئی پیغمبر نہیں آیا نہ آئے گا۔ شروع ہی سے قرآن کریم کو کثیر لوگوں نے حفظ بھی کیا اور لکھا بھی۔ آج تک لاکھوں لوگ قرآن کے حافظ ہر ملک میں چلے آرہے ہیں اور اب نشر و اشاعت کے جدید طریقوں کے بعد تحریف ممکن ہی نہیں رہی۔ پس نبیوں کا آنا بند ہوا۔

۲۔ مثلاً رجم کو دوبارہ رائج کیا۔

۳۔ حجۃ اللہ البالغہ، ج ۱ ص ۲۶۶ مع ترجمہ، مطبوعہ نور محمد، کراچی۔

۴۔ حجۃ اللہ البالغہ، ج ۲ ص ۴۵۰

۵۔ مثلاً رجم کو دوبارہ رائج کر دیا۔

۶۔ پس لوگ یہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے عرب کے رسموں کو قائم رکھا وہ بہتان باندھتے ہیں۔

۷۔ سورۃ النساء: ۱۲۵

۸۔ سورۃ البقرہ: ۱۳۶

۹۔ سورۃ البقرۃ: ۲۸۵

۱۰۔ سورۃ آل عمران: ۸۴۔۸۵

۱۱۔ کیا رجم کا انکار اور اس کو بے رحمی کہنا ان سابقہ تعلیمات کا انکار نہیں؟
کیا یہ رسولوں میں تفریق نہیں؟

۱۲۔ سورۃ آل عمران: ۱۹

۱۳۔ اس کا حوالہ مسند احمد وغیرہ سے آگے رہا ہے۔

۱۴۔ سورۃ الانعام: ۱۶۳

۱۵۔ یاد رہے کہ جو لوگ قربانی کا انکار کرتے ہیں وہی رجم کا بھی انکار کر رہے ہیں۔

۱۶۔ جینے مرنے میں ہر چیز آگئی حتی کہ حدود بھی جس کو خود قرآن دین کہہ رہا ہے۔

۱۷۔ عبدالوہاب خلاف علم اصول الفقہ لخلاف ص ۹۳۔۹۴

۱۸۔ عبدالوہاب خلاف علی اصول الفقہ ص ۹۳۔۹۴

۱۹۔ المنتقی شرح موطا ج ۷ ص ۱۳۳

۲۰۔ شرح موطا للزرقانی ج ۷ ص ۱۷۶
۲۱۔ پس متجددین کا یہ کہنا کہ رجم کا حکم صرف ہم سے پہلے لوگوں کے لیے تھا غلط ہے۔ گویا یہ کہنا چاہتے ہیں کہ سب سختیاں ان کے لیے تھیں۔ ہمارے لئے تو چھوٹ ہی چھوٹ ہے۔
۲۲۔ شرح موطا للزرقانی ج ۷ ص ۱۷۶
۲۳۔ کیونکہ قرآن اسی حکم سابقہ کا ذکر کرتا ہے جو ہم پر بھی واجب ہو۔
۲۴۔ اب جو متجددین رجم کا انکار کرتے ہیں وہ دراصل قرآن کی مذکورہ بالا آیت کو جھٹلاتے ہیں۔
۲۵۔ متجددین اس حجت کو ختم کرنا چاہتے ہیں۔
۲۶۔ سورہ النساء : ۵۸
۲۷۔ سورہ النساء : ۱۰۵
۲۸۔ سورۃ المائدہ : ۴۲
۲۹۔ سورۃ المائدہ : ۴۳
۳۰۔ سورۃ المائدہ : ۴۴
۳۱۔ سورۃ المائدہ : ۴۹
۳۲۔ تفسیر طبری، ج ۱۰
۳۳۔ دیکھئے تفسیر طبری مع شرح شارح ج ۱۰، ص ۳۳۶
۳۴۔ سورۃ المائدہ : ۴۴
۳۵۔ دیکھئے تفسیر طبری مع شرح شاکر، ج ۱۰، ص ۳۳۸
۳۶۔ سورۃ یونس : ۱۵
۳۷۔ روح المعانی ج ۴ ص ۳
۳۸۔ تفسیر طبری مع شرح شاکر ج ۷ ص ۸
۳۹۔ محولہ بالا ص ۱۰
۴۰۔ آیت : ۹۳
۴۱۔ آیت : ۱۶۰
۴۲۔ احبار ۱۱ : ۴۔۶۔ استثناء ۱۴ : ۷)
۴۳۔ احبار ۱۱ : ۱۶۔۱۸۔ استثناء ۱۴ : ۱۴۔۱۵۔۱۶۔ احبار ۳ : ۷ اور ۷ : ۲۲۔۲۳)
۴۴۔ تفہیم القرآن ج ۱ ص ۵۹۵
۴۵۔ سورہ الشوریٰ : ۱۳

۴۶۔ اس اعتراض سے ثابت ہے کہ اگر حضور ﷺ نے یہودیوں کو جب رجم کر دیا تو اگر یہ حکم بعد میں منسوخ ہوا ہوتا تو تمام یہودی ایک آفت برپا کرتے اور کہتے کہ آپؐ نے ہمارے آدمیوں کو تو رجم کر دیا اب اپنے لوگوں کے لیے قانون بدلنا چاہتے ہیں۔ دیگر وہ یہ بھی کہتے کہ آپ کا یہ دعویٰ کہ قرآن تورات کی تصدیق کرتا ہے کہاں چلا گیا۔ اب آپ کیسے اس قانون کو بدل رہے ہیں جو تمام سابق انبیاء کا متفقہ چلا آرہا ہے۔ کیونکہ ایسا کوئی اعتراض یہود کی طرف سے نہیں ہوا تو ثابت ہوا کہ رجم کا قانون ویسا ہی رہا اور یہ ہرگز منسوخ نہیں ہوا۔

۴۷۔ دیکھئے حجۃ اللہ البالغہ ج ۱ص ۱۸۶ مطبوعہ نور محمد

۴۸۔ جیسے آج کل بعض متجددین سورہ نور کی دوسری آیت کی وجہ سے رجم کا انکار کرتے ہیں اور سورہ مائدہ کی آیات کو صرف بنی اسرائیل پر لاگو مانتے ہیں۔

۴۹۔ سورہ ص : ۵۵ ج ۲

۵۰۔ جیسا کہ یہ متجددین رجم کے متعلق کہہ رہے ہیں۔

۵۱۔ محمد الامین ص ۵۶۔ ۵۷

۵۲۔ اضواء البیان ج ۲ص ۵۶

۵۳۔ زاد المسیر ج ۱ص ۱۸۰

۵۴۔ تفسیر طبری ج ۱۰ص ۳۶۰

۵۵۔ سورہ الانعام : ۸۴ تا ۹۰

۵۶۔ اب کوئی شخص مسلمان ہوتے ہوئے یہ کیسے سوچ سکتا ہے کہ ان پیغمبروں کو جو شادی شدہ زانیوں کو رجم کا حکم دیا گیا تھا وہ ظلم اور بربریت تھا۔ انصاف کبھی بدلا نہیں کرتا۔ کوئی مسلمان یہ کیسے سوچ سکتا ہے کہ یہودیوں نے رجم کی سزا کو جو خود اپنی مرضی سے سو کوڑوں میں تبدیل کر لیا تھا تو ان یہودیوں کی تحریف صحیح عدل وانصاف تھی جس پر مسلمانوں کو عمل کرنا چاہیے۔

۵۷۔ جب حضور ﷺ کو ان انبیاء کی اقتداء کا حکم ہو رہا ہے ہم بہر حال اس حکم میں شامل ہیں۔ ہمارے لئے تو ان سب کی اقتدا قرآن کی آیات سے فرض ہو گئی۔ اب کسی مسلمان کے لئے ان پیغمبروں کی اقتدا کا یہ کوئی طریقہ نہیں ہے کہ کوئی شخص مسلمان ہوتے ہوئے ان کی سنت ثابتہ یعنی رجم کو اور ان کے عدالتی فیصلوں کو جن میں رجم بھی شامل ہے ظلم اور بے رحمی کہنا شروع کر دے۔ یہ تو ان سب پیغمبروں کی اقتدا کی بجائے مخالفت اور ان کا انکار ہو گیا۔ پس کوئی شخص مسلمان رہتے ہوئے ایسا نہیں کر سکتا۔

۵۸۔ مباحث فی علوم القرآن مؤلفہ مناع القطان ص ۳۶۱

۵۹۔ جیسے رجم کرنے میں موافقت

۶۰۔ جامع الاصول لابن الاثیر میں اس روایت کا نمبر ۳۷۷۷ ہے (دیکھئے جلد ۱۱) اور کہا ہے کہ اسے بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی نے روایت کیا ہے۔

۶۱۔ جیسا کہ رجم کے معاملے میں "فیھا حکم اللہ" کے مطابق فیصلہ کیا اور اسی پر انحصار کیا۔ پس رجم کی تصدیق اور اس کا حق ہونا نہ صرف دوسری ۳۰ سے زیادہ آیات جن کا ہم نے ذکر کیا ہے ثابت ہے بلکہ ضمناً اس آیت اور حضور ﷺ کی مذکورہ بالا حدیث سے بھی ثابت ہے۔

۶۲۔ جامع الاصول ج ۱۱ ص ۱۶

۶۳۔ احکام القرآن لابن العربی ج ۲ ص ۳۳۷

۶۴۔ تفسیر قاسمی ج ۶ ص ۲۰۴۱

۶۵۔ احکام القرآن ج ۱ ص ۱۶۴

۶۶۔ تدبر قرآن جلد دوم ص ۴۶۴

۶۷۔ ایضاً ص ۴۷۹

۶۸۔ سورہ ص : ۲۶

۶۹۔ سورہ الانعام : ۹۰

۷۰۔ سورہ المائدہ : ۴۳

۷۱۔ تفسیر طبری ج ۱۰ ص ۳۳۷ مع شرح شاکر برادران

۷۲۔ اب دیکھئے کہ رجم کے مقدمہ کے متعلق تو "فیھا حکم اللہ" کہہ کر تورات کی آیت کی تصدیق کر دی اور اس آیت کا عربی ترجمہ حضرت جبرئیلؑ بطور وحی حضور ﷺ کے پاس لے آئے۔ جبکہ قتل کے مقدمہ کے متعلق اللہ تعالیٰ نے باقاعدہ توریت کا پورے کا پورا حکم قرآن میں دہرا دیا یعنی کہہ دیا کہ "وکتبنا فیھا ان النفس بالنفس والعین بالعین الی آخرہ" (یہاں بھی "فیھا" کہہ کر دہرایا) پھر جو لوگ عورت کے بدلے مرد کو قصاص میں قتل کرنے کے اس حکم کی وجہ سے قائل ہیں جو تورات میں موجود تھا اور بنی اسرائیل ہی کے نام سے قرآن میں دہرایا گیا ہے۔ تو پھر یہ لوگ رجم کے قائل کیوں نہیں حالانکہ رجم بھی تورات میں بنی اسرائیل کے لیے حکم تھا۔ پھر مزید قرآن میں اس کی تصدیق "فیھا حکم اللہ" کہہ کر جو کی گئی ہے تو گویا اس کو امت محمدیہ پر بھی لاگو کر دیا گیا۔

۷۳۔ محولہ بالا تفسیر طبری: ج۱۰ص ۷ ۳۳

۷۴۔ سورہ المائدہ: ۴۹

۷۵۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: تفسیر طبری مع شرح شاکر ج۱۰ص ۳۹۲

۷۶۔ سورہ المائد: ۴۴

۷۷۔ سورہ البقرہ: ۸۹

۷۸۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: تفسیر طبری مع شرح شاکر ج۲روایات نمبر ۱۵۱۷۔1518

۷۹۔ سورہ الانعام: ۹۲

۸۰۔ سورہ المائدہ: ۱۵

۸۱۔ مزید خازن، جمل، ابی السعود، زمخشری معتزلی۔ طبرسی، شیعہ، طنطاوی، جوہری۔ المراغی وغیرہ تمام مفسرین یہی لکھتے ہیں کہ جو حکم یہودی چھپاتے تھے وہ رجم کا حکم تھا۔ کیا یہ تمام مفسرین عربی لغت اور نحو اور معانی سب سے نابلد تھے۔

۸۲۔ مسند احمد ج۴ص ۲۸۶

۸۳۔ المنار ج۶ص ۳۰۳

۸۴۔ سورہ البقرۃ: ۴۱

۸۵۔ سورہ البقرۃ: ۹۷

۸۶۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: تفسیر طبری مع شرح شاکر ج۲ص ۳۹۳

۸۷۔ سورہ الانعام: ۹۱

۸۸۔ اس سلسلے میں ہمارے نوٹس میں ایک بات آئی ہے وہ یہ کہ مانٹ گمری واٹ نے سیرت میں یہی لکھا ہے کہ فتح مکہ کے موقع پر حضور ﷺ کے ساتھ دس ہزار اصحاب تھے جیسا کہ اسلامی تاریخ کی کتابوں میں بھی ہے۔

۸۹۔ السنن ج۸ص ۲۴۷

۹۰۔ سورہ المائد: ۱۳

۹۱۔ تفسیر طبری مع شرح شاکر ج۱۰ص ۱۲۹

۹۲۔ سورہ فاطر: ۳۱

۹۳۔ یہاں یہ بات نہ بھولنی چاہیے جیسا کہ مولانا مودودیؒ نے بھی بار بار لکھا ہے کہ توریت و انجیل بائبل میں موجود ہیں۔ لیکن موجودہ بائبل میں اصل منزلہ توریت و انجیل کے علاوہ بھی بہت کچھ ملا دیا گیا ہے۔ مثلاً انجیل میں جو حضرت عیسیٰؑ کے صلیب چڑھائے جانے وغیرہ دیگر

واقعات ہیں یا حضرت عیسیٰؑ کے آسمان پر جانے کے بعد کے واقعات وہ ظاہر ہے کہ انجیل کے نہیں ہو سکتے۔

۹۴۔ سورہ الاحقاف : ۳۰

۹۵۔ دیکھئے بخاری کتاب التفسیر باب نمبر ۶

۹۶۔ سورہ آل عمران : ۳

۹۷۔ دیکھئے فتح الباری ج ۷ ص ۳۰۷ مطبوعہ مصر

۹۸۔ سورہ النساء : ۱۰۵

۹۹۔ سورہ المائدہ : ۴۳

۱۰۰۔ سورہ آل عمران : ۴۹۔۵۰

۱۰۱۔ سورہ الشوریٰ : ۱۳

۱۰۲۔ پس محقق جج صاحب کا یہ دعویٰ کہ یہود تو خود توریت کے مطابق اپنے زانیوں کا فیصلہ کرانے آئے تھے۔ قرآن کے واضح بیان کے خلاف ہے۔

۱۰۳۔ تفسیر طبری مع شرح شاکر ج ۱۰ ص ۳۸۲۔۳۸۳

۱۰۴۔ البقرۃ : ۱۴۶)

۱۰۵۔ المائدہ : ۴۴)

۱۰۶۔ دیکھئے روض الانف ج ۲ ص ۴۳)

۱۰۷۔ مزید دیکھئے سنن البیہقی و طبری ج ۱۰ ص ۳۳۵

۱۰۸۔ تفسیر طبری شرح شاکر ج ۱۰ ص ۱۴۲

۱۰۹۔ سورہ التوبہ : ۴۰)